فضائلِ دعوت
www.KitaboSunnat.com
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

النور Ph:2106400

قیمت ——————— ۸۰روپے

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Ph:7351124 - 7230585

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ نمبر

دیباچہ

۱

گروہ رسل علیہم السلام کا مشن دعوتِ دین

۲

امام الانبیاء ﷺ کا مشن دعوتِ دین

۵

بہترین بات والوں کی ایک صفت دعوت الی اللہ تعالیٰ

۶

علم وعمل والے معلِّم کا عمدہ زمین کی مانند ہونا

۷

حکمت والے معلِّم کا قابل رشک ہونا

۸

عباد الرحمٰن کی متقیوں کا امام بنائے جانے کی دعا

9

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی فرضیت

۱۰

بہترین امت ہونے کا ایک سبب دعوتِ دین

۱۱

حصول کامیابی کی ایک شرط دعوتِ دین

۱۲

نصرتِ امت کا سبب دعوتِ دین

۱۴

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا معلّم خیر پر درود

۱۴

ارشادِ رسول ﷺ پہنچانے والے کے لیے دعائے مصطفیٰ ﷺ

۱۵

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہونا

۱۸

داعی کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر

۱۹

وفات کے بعد داعی کا ثواب جاری رہنا

۲۰

نیکی کا حکم دینے والے کے لیے اجر عظیم

۲۳

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کا جہاد ہونا

خاتمہ

فہرست مراجع ومصادر

دیباچہ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّم .

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾[۱]

﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[۲]

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ☆ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾[۳]

امابعد!

دعوت الی اللہ تعالیٰ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اس کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند وبالا

۱۔سورہ آل عمران / الآية ۱۰۲.

۲۔سورۃ النساء / الآية ۱.

۳۔سورہ الأحزاب / الآيتان ۷۰ - ۷۱.

ہے، اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کرنے والے اعمال میں سے ایک اہم عمل ہے۔ ہمارے اسلاف نے اس کی اہمیت اور قدر و منزلت کو جانا اور سمجھا، اور اس کی خاطر خوب جد وجہد اور سعی وکوشش کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت دین کے اہتمام کے سبب وہ سعادت مند ہوئے، خلافتِ زمین کے مستحق قرار پائے، عزت وشرف نے ان کے قدموں کو چوما، اور مولائے کریم کی عنایت سے ان کی وجہ سے مشرق ومغرب میں انسانوں کی ایک عظیم تعداد خوش نصیب لوگوں میں شامل ہوئی۔

لیکن ہمارے زمانے کے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت دعوتِ دین کے بارے میں لاپرواہی، کوتاہی اور غفلت کا شکار ہے، دعوت کے متعلق ان کے اس طرز عمل کے متعدد اسباب میں سے شاید ایک اہم سبب یہ ہے کہ وہ اس عظیم عمل کے فضائل ہی سے آگاہ نہیں، یا انہوں نے آگاہ ہونے کے باوجود تجاہل عارفانہ کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اپنے رب علیم وحکیم پر بھروسہ کرتے ہوئے خود اپنے آپ کو جھنجھوڑنے کی خاطر، غافل لوگوں کو بیدار کرنے، تجاہل عارفانہ کرنے والوں کو تنبیہ کرنے، بے خبر لوگوں کو آگاہ کرنے، اور دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کی ہمت افزائی اور تقویت کے ارادے سے دعوت کے فضائل کے متعلق یہ کتاب تألیف کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مولائے کریم اس کو میرے لئے، اسلام اور اہل اسلام کے لئے مفید بنائے۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ.

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

اپنے مولائے کریم کے فضل وکرم سے کتاب کی تیاری میں درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱۔ کتاب کے لئے بنیادی معلومات کتاب وسنت سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲۔ احادیث شریفہ کو ان کے اصلی مراجع سے نقل کیا گیا ہے صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے منقولہ احادیث کے متعلق علمائے امت کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ [1]

۳۔ آیات شریفہ اور احادیث کریمہ سے استدلال کرتے وقت حضرات مفسرین اور محدثین کرام کی تفاسیر اور شروح سے مقدور بھر استفادہ کیا گیا ہے جزاهم الله تعالى جميعاً خير الجزاء عن الإسلام والمسلمين.

۴۔ مراجع ومصادر کی فہرست میں ان کے متعلق تفصیلی معلومات ذکر کر دی گئی ہیں تاکہ ان سے مزید استفادہ کرنے میں آسانی رہے۔

کتاب کا خاکہ:

رب رحمٰن ورحیم کی توفیق سے کتاب کی تقسیم حسب ذیل انداز سے کی گئی ہے:

- دیباچہ
- دعوت إلی اللہ تعالیٰ کے فضائل کے متعلق تیئیس باتیں:
  [ہر بات مستقل عنوان اور نمبر کے تحت]
- خاتمہ: خلاصۂ کتاب اور اپیل

شکر ودعا:

بندہ پُرتقصیر اپنے رب قادر ومقتدر کا شکر گزار ہے کہ اس کی رحمت بے پایاں سے اس موضوع کے متعلق کام کا آغاز ہوا، اور اس ہی سے عاجزانہ التماس ہے کہ

۱۔ صحیحین کی احادیث کے متعلق علمائے امت کے اقوال ذکر نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کی صحت پر اجماع امت ہے۔ (ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه على صحيح مسلم ص ١٤؛ ونزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر ص ٢٩).

میرے والدین گرامی قدر کی قبروں پر ان گنت اور بے شمار رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے میری تربیت کے لئے مقدور بھر کوشش کی، اور میرے دل میں دعوت دین کی محبت کا بیج بونے کے لئے محنت کی۔﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا﴾

اپنے ساتھی اور بھائی پروفیسر ڈاکٹر زید بن عبدالکریم الزید کا شکر گزار ہوں کہ کتاب کی تیاری میں ان کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا۔

اپنے عزیز بیٹوں حافظ حماد الٰہی، حافظ سجاد الٰہی، عباد الٰہی اور عزیزات القدر بیٹیوں کے لئے دعا گو ہوں کہ انہوں نے کتاب کی تیاری، مراجعت اور اردو ترجمے میں خوب تعاون کیا۔

اپنی اہلیہ اور اولاد کے لئے دعا گو ہوں کہ انہوں نے میری مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان سب کو میری اور تمام مسلمانوں کے اہل وعیال کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے، اور ہم سب کو اور ہمارے اہل وعیال کو دین حق پر چلنے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مخلصانہ بار آور خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مولائے کریم اس کتاب کو میرے لئے اور سب قارئین کرام کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ .

فضل الٰہی

❁❁❁❁❁❁

مخلوق میں سے اعلیٰ وافضل حضرات انبیاء اور گروہ رسل علیہم السلام ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾.[1]

[ترجمہ: فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے]

امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں مراتب مخلوق میں سے سب سے بلند وبالا مرتبہ رسالت ونبوت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں میں سے رسولوں کا چناؤ فرماتا ہے''۔[2]

شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ نے لکھا ہے: ''ساری مخلوق میں سے رسول سب سے زیادہ برگزیدہ ہوتے ہیں''۔[3]

دعوت دین کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مولائے عزوجل نے انبیاء اور رسولوں کے اسی برگزیدہ اور عالی مرتبت گروہ کو خیر کی

۱۔سورة الحج / الآية ۷۵.

۲۔مفتاح دار السعادة ۱/۱۰۱.

۳۔تفسير السعدي ص ۵۸۸ . اللہ عزوجل نے حضرات انبیاء ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:﴿وإنهم عندنا لمن المصطفين الأخيار﴾ سورة ص /الآية ۴۷ . [ترجمہ: یقیناً وہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ ہیں]
شیخ سعدیؒ [المصطفين] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں میں سے چن لیا''۔ (المرجع سابق ص ۷۸۰).

دعوت دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے مبعوث فرمایا۔

ا: اس بات کے چند دلائل:

قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔ انہی میں سے چار آیات شریفہ درج ذیل ہیں:

ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾(۱)

[ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو]

علامہ زمخشری رقم طراز ہیں: ''ہر ایک امت میں اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمایا، جو انہیں خیر کا حکم دیتا اور شر سے بچنے کی تلقین کرتا۔ اور [خیر] اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرنا ہے، اور [شر] طاغوت کی اطاعت کرنا ہے''۔(۲)

۲۔ ارشاد مولائے کریم ہے: ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾(۳)

[ترجمہ: اور کوئی امت ایسی نہیں کہ اس میں ڈرانے والا نہ گزرا ہو]

۳۔ فرمان رب العالمین ہے: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾(۴)

[ترجمہ: رسول خوش خبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کی کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب بڑا

۱۔ سورة النحل / الآية ٣٦ .

۲۔ الکشاف ٢/ ٤٠٩.

۳۔ سورة فاطر / الآية ٢٤ .

۴۔ سورة النساء / الآية ١٦٥.

باحکمت ہے]

۴۔قول رب رحیم وکریم ہے:﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾(۱)

[ترجمہ: اور ہم رسولوں کوصرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں]

ب:اس بارے میں بعض علماء کے اقوال:

علمائے امت نے اس بارے میں

بہت کچھ بیان فرمایا ہے۔ذیل میں تین علمائے کرام کے اقوال درج کیے جارہے ہیں:

۱۔امام ابن قیمؒ رقم طراز ہیں:''دعوت اِلی اللہ تعالیٰ رسولوں اور ان کے پیروکاروں کا مشن ہے''۔(۲)

۲۔شیخ محمد رشید رضاؒ تحریر کرتے ہیں:''خیر کی دعوت دینا،نیکی کا حکم دینا،اور برائی سے روکنا اگر چہ مصائب اور خدشات سے اٹا پڑا ہے لیکن یہی انبیاء،رسولوں اور سلف صالحین کا ثابت شدہ طریقہ ہے۔ان میں سے کتنے نبی اور صدیق اس راہ میں قتل کیے گیے اور وہ تمام شہداء میں سے افضل قرار پائے''۔(۳)

۳۔سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ ابن بازؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

''گروہ رسولاں علیہم الصلاۃ والسلام مخلوق کی راہ نمائی کرنے والا تھا،وہ ہدایت کے امام تھے،اور سب جن وانس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دینے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرما کر بندوں پر عنایت وشفقت فرمائی،ان کے ذریعے راہ

۱۔سورۃ الأنعام / جزء من الآیة ٤٨.

۲۔جلاء الأفهام في فضل الصلاة والسلام علی محمد ﷺ خیر الأنام ص ٤١٥.

۳۔تفسیر المنار ٤/٣٢.

حق کو واضح کیا، صراط مستقیم کو اجاگر کیا تاکہ لوگوں کے لئے حق خوب آشکارا ہو جائے"۔ [۱]

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی اس کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ بھی ہو تو صرف یہی ایک بات اس کی شان و عظمت کو سمجھنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ گروہ انبیاء اور جماعت رسل علیہم الصلاۃ والسلام ساری مخلوق میں سے اعلیٰ وافضل ہے اور عرش عظیم کے مالک رب العالمین نے جس مشن کی خاطر انہیں مبعوث فرمایا وہ مشن یقیناً دیگر تمام کاموں سے اعلیٰ وافضل اور بلند و بالا ہوگا۔

مولائے رحیم و کریم ہمیں اس عظیم مشن کی خاطر بھرپور جدوجہد کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین یا حي یا قیوم.

۲
امام الانبیاء ﷺ کا مشن دعوتِ دین

ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ سب نبیوں کے امام اور تمام رسولوں کے قائد ہیں، روز قیامت اللہ تعالیٰ کی حمد کا جھنڈا آپ ہی کے دست مبارک میں ہوگا، سارے حضرات انبیاء- آدم سے لے کر عیسیٰ علیہم السلام تک- آپ ہی کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ [۲] دیگر انبیائے کرام کی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی دعوت

ا۔ الدعوة إلى الله تعالى وأخلاق الدعاة ص ۸.

۲۔ امام ترمذیؒ نے حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ - آدَمُ وَمَنْ سِوَاهُ - إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي". (جامع ==>

حق کی عظیم ذمہ داری سونپی۔ قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ آپ کی بعثت کا مقصد دعوت اِلی اللہ تعالیٰ ہے، آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی آیات کریمہ اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو پورا فرمایا۔ ذیل میں چند آیات کریمہ کو تین عناوین کے ضمن میں پیش کیا جا رہا ہے:

ا۔ دعوتِ دین کی خاطر آنحضرت ﷺ کی بعثت:

اس بات پر دلالت

کرنے والی چار آیات کریمہ درج ذیل ہیں:

ا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (۱)

[ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا]

۲۔ قول رب العالمین ہے: ﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ﴾ (۲)

==> ترمذي، أبواب المناقب، جزء من رقم الحديث ۳۸۵۷، ۱۰/۵۹)، شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (صحیح سنن الترمذي ۳/۱۹۰)

[ترجمہ: میں روز قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں [یعنی یہ بات میں فخر کی غرض سے نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے لیے بتلا رہا ہوں]، (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں، تمام انبیاء۔ آدم اور ان کے علاوہ باقی بھی ۔علیہم السلام۔ میرے جھنڈے کے نیچے ہو گے۔]

ا۔ سورة سبا / الآية ۲۸۔

۲۔ سورة البقرة / الآية ۱۱۹۔

[ترجمہ: ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے اور جہنمیوں کے بارے میں آپ مکلّف نہیں ہیں]

۳۔فرمان مولائے کریم ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾(۱)

[ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ سب جہان والوں کے لئے ڈرانے والا بن جائے]

۴۔ارشاد رب العالمین ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾(۲)

[ترجمہ: اے نبی! یقیناً ہم آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ بھیجا ہے]

حافظ ابن کثیرؒ نے ﴿دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ﴾ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''یعنی حکم الٰہی کی تعمیل میں آپ مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں''۔(۳)

شیخ ابن عاشورؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: '' ﴿بِإِذْنِهٖ﴾ [یعنی اس کے اذن کے ساتھ] سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف دعوت دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔اور دعوت کے کٹھن اور پُر خطر ہونے کے باوجود اس کو آپ کے لیے آسان فرما دیا ہے''۔(۴)

۱۔ سورة الفرقان / الآية الأولى .

۲۔ سورة الأحزاب / الآيتان ٤٥ - ٤٦ .

۳۔ تفسير ابن كثير ٣/٥٤٧ .

۴۔ التحرير والتنوير ٢٢/٤ .

ب: آنحضرت ﷺ کو فریضۂ دعوت ادا کرنے کا حکم الٰہی:

ذیل میں اس

بارے میں چھ آیات شریفہ ذکر کی جا رہی ہیں:

۱۔ارشاد رب العالمین ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ (۱)

[ترجمہ: اے رسول (ﷺ)! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہ پہنچایا۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا]

۲۔قول باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ﴾ (۲)

[ترجمہ: اپنے رب کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے، اور ان کے ساتھ بہترین طریقے سے جدال کیجئے]

۳۔فرمان مولائے کریم ہے: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ﴾ (۳)

[ترجمہ: پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیے، اور جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا

۱۔سورۃ المائدۃ / الآیۃ ۶۷۔

۲۔سورۃ النحل / جزء من الآیۃ ۱۲۵۔

۳۔سورۃ الشوریٰ / جزء من الآیۃ ۱۵۔

ہے مضبوطی سے جم جائیے، اوران کی خواہشوں پر نہ چلئے]

۴۔ارشادرب کریم ہے:﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾[1]

[ترجمہ: پس آپ قرآن کے ذریعے میری وعید سے ڈرنے والے کو سمجھاتے رہیے]

۵۔فرمان رب العزت ہے:﴿فَذَكِّرْ فَمَآ أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾[2]

[ترجمہ: سو آپ سمجھاتے رہیے کہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں، نہ دیوانے]

۶۔ارشادباری تعالیٰ ہے:﴿فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾[3]

[ترجمہ: پس آپ نصیحت کر دیجئے کہ آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں]

ج: آنحضرت ﷺ کا فریضہ دعوت سرانجام دینا:

اللہ رب العالمین

کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہمارے نبی کریم ﷺ نے فریضہ دعوت کو کما حقہ ادا فرمایا۔خود اللہ رب العالمین نے کلام پاک میں اس بات کی شہادت دی ہے۔جن آیات کریمہ میں اس گواہی کا ذکر ہے ان میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱۔ارشادرب العالمین ہے:﴿وَإِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾[4]

۱۔سورۃ ق / جزء من الآیة ٤٥۔

۲۔سورۃ الطور / الآیة ۲۹۔

۳۔سورۃ الغاشیة / الآیة ۲۱۔

۴۔سورۃ المومنون / الآیة ۷۳۔

[ترجمہ: اور یقیناً آپ تو انہیں راہِ راست کی طرف دعوت دے رہے ہیں]

۲۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۱)

[ترجمہ: جو لوگ ایسے رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک کام کا حکم فرماتے ہیں اور برے کام سے منع کرتے ہیں]

۳۔ نبی کریم ﷺ نے دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو سب مقامات، اوقات اور حالتوں میں سرانجام دیا۔ ہر قسم کے لوگوں کو دعوت حق پہنچانے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اسی مقصد کی خاطر تا حد استطاعت تمام شرعی اسالیب اور وسائل کو استعمال فرمایا۔ امت کو راہ حق پر لانے کے بارے میں آپ کی تڑپ اس قدر شدید تھی کہ خدشہ تھا کہ ان کی راہ حق سے دوری کے افسوس میں آپ اپنی جان ہلاک کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں آنحضرت ﷺ سے فرمایا: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾(۲)

[ترجمہ: پس آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہیے یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی آگاہ ہے]

بات کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فریضہ کی سرانجام دہی کے

۱۔ سورة الأعراف / جزء من الآية ۱۵۷ .

۲۔ سورة فاطر / الآية ۸.

لیے اپنے حبیب وخلیل حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، انہیں دعوتِ حق دینے کا حکم دیا، اور انہوں نے اسی عظیم فریضہ کے ادا کرنے کی خاطر اپنی ساری توانائیاں، قوتیں اور صلاحیتیں صرف کر دیں۔ (۱)

۳
انبیاء علیہم السلام کا لوگوں کو معلّمِ خیر بننے کا حکم

دعوتِ دین کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے اس فریضہ کو صرف خود سرانجام دینے پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اپنی امت کے لوگوں کو بھی اس عظیم عمل کے کرنے کا حکم دیا۔

اس بات کی دلیل:

اسی بارے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ (۲)

[ترجمہ: کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق

۱۔ دعوت الی اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی سعی وکوشش کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''الحرص علی هداية الناس في ضوء النصوص وسير الصالحين'' ص ۱۷ – ص ۴۰۔

۲۔ سورة آل عمران / الآية ۷۹.

نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ [وہ تو کہے گا کہ] تم ربانی بن جاؤ جیسے کہ تم کتاب سکھلاتے تھے اور جیسے کہ تم خود بھی پڑھتے تھے]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے لوگوں کو [رَبَّانِيِّيْنَ] بن جانے کا حکم دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''رسول لوگوں سے یہ کہتا: ''ربانیین بنو''۔[1] اور کسی شخص کے [ربَّاني] بننے کے لیے تین خصلتوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ خیر سیکھے۔

۲۔ سیکھی ہوئی خیر پر عمل کرے۔

۳۔ دوسروں کو وہ خیر سکھلائے۔

اس بارے میں امام ابوعبیدہؒ رقم طراز ہیں: ''[ربَّـــانـــي] کا لفظ ایسے شخص پر دلالت کرتا ہے جو علم حاصل کرے، اس پر عمل کرے اور دوسروں کو خیر کی باتوں کی تعلیم دے''۔[2]

امام ابن قیمؒ نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: ''سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی عالم اس وقت تک [ربَّـــانـــي] کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا جب تک کہ وہ حق کو پہچان نہ لے، اور اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ جس شخص نے علم حاصل کیا، اس پر عمل کیا، اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی اس کو آسمانوں کی بادشاہتوں

۱۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۴۰۵؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر الطبري ۶/ ۵۴۰؛ وزاد المسیر ۱/۴۱۳؛ والتفسیر الکبیر ۸/۱۱۲۔

۲۔ ملاحظہ ہو: مرجع سابق ۸/۱۱۲۔

میں [عظیم] کے لقب سے پکارا جاتا ہے''۔[۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعوت دین کی شان وعظمت کو اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے نہ صرف خود اس فریضہ کو سرانجام دیا، بلکہ اپنی امتوں کو بھی اس کے ادا کرنے کا حکم دیا۔

❁❁❁❁❁❁

دعوتِ دین کی عظمت ورفعت کو بیان کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کو نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں کا شعار قرار دیا ہے۔

اس بات کی دلیل:

مولائے کریم نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[۲]

[ترجمہ: آپ کہہ دیجئے یہ میری راہ ہے۔ میں اور میری اتباع کرنے والے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں]

۱۔ ملاحظہ ہو: زاد المعاد ۳/۱۰۔

۲۔ سورۃ یوسف / الآیۃ ۱۰۸۔

آیت کریمہ سے استدلال:

علمائے امت نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت کو خوب واضح کیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے تین حضرات کے اقوال پیش کیے جارہے ہیں:

ا۔ حافظ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں: ''اللہ تعالیٰ جن وانس کی طرف اپنے مبعوث کردہ رسول کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ لوگوں کو خبر دے دیں کہ ان کی راہ یہ ہے یعنی ان کا طریقہ، دستور اور سنت اس بات کی دعوت دینا ہے کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور ان کی یہ دعوت بصیرت، یقین اور برھان پر مبنی ہے، اسی طرح ہر وہ شخص جو ان کا پیروکار ہے وہ بھی اسی بات کی دعوت بصیرت، اور عقلی اور شرعی دلائل کی بنیاد پر دیتا ہے''۔[1]

ب۔ امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: ''معنی خواہ یہ ہو کہ میں اور میری پیروی کرنے والے دعوت اِلی اللہ تعالیٰ بصیرت پر دیتے ہیں یا ﴿أدعوا إلى الله﴾[2] پر وقف ہو، اور پھر بات کی ابتدا ﴿علی بصیرة أنا ومن اتبعني﴾[3] سے ہو، دونوں اقوال کا مقصود ایک ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس بات کی خبر دے دیں کہ ان کی راہ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ ہے، پس جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی

ا۔تفسیر ابن کثیر ۲/ ۵۴۳ - ۵۴۴؛ نیز ملاحظہ ہو: معاني القرآن للفراء ۲/ ۵۵؛ وتفسیر الطبري ۱۶/ ۲۹۲؛ وأحكام القرآن للجصاص ۳/ ۱۷۹؛ وتفسیر البغوي ۲/ ۴۵۳؛ والكشاف ۲/ ۴۳۶؛ والتفسیر الكبیر ۱۸/ ۲۲۵؛ وتفسیر القرطبي ۲/ ۴۵۳؛ وفتح القدیر ۲/ ۸۵؛ وتفسیر التحریر والتنویر ۱۳/ ۶۵؛ وتفسیر السعدي ص ۴۳۰؛ وأیسر التفاسیر ۲/ ۴۳۲.

۲۔ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

۳۔ترجمہ: میں اور میری پیروی کرنے والا بصیرت پر ہے۔

طرف دعوت دی وہ راہِ رسول اللہ ﷺ، اور بصیرت پر ہے، اور وہ آپ ﷺ کے پیروکاروں میں سے بھی ہے، اور جس کسی نے اس کے سوا کسی اور بات کی دعوت دی، وہ نہ تو آپ ﷺ کی راہ پر ہے، اور نہ ہی بصیرت پر، اور ایسا شخص آپ کے تابع داروں میں سے بھی نہیں۔

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ رسولوں اور ان کے تابع دار لوگوں کا مشن ہے، اور دعوت دینے والے رسولوں کی امتوں میں ان کے جانشین ہیں، اور دوسرے لوگ ان کے پیروکار ہیں''۔[۱]

ایک اور مقام پر مذکورہ بالا آیت کریمہ ذکر کرنے کے بعد حضرت امامؒ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا صحیح معنوں میں پیروکار وہی ہے جو کہ بصیرت کی بنیاد پر اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے جس طرح کہ آپ دعوت دیا کرتے تھے۔ اسی قسم کے لوگ حقیقت میں رسولوں کے جانشین ہیں، اور دوسرے لوگوں کی بجائے ان کے حقیقی وارث ہیں، اور وہی وہ اہل علم ہیں جنھوں نے آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا علم وعمل، ہدایت وارشاد اور صبر وجہاد کے اعتبار سے حق ادا کیا، اور یہی لوگ صدیق ہیں اور انبیاء -علیہم السلام- کے پیروکاروں میں سے اعلیٰ وافضل ہیں، اور ان سب کے سردار اور امام صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾[۲]

[ترجمہ: اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول - ﷺ - کی فرماں برداری کرے پس

۱۔ جلاء الأفهام ص ۴۱۵.

۲۔ سورة النساء / الآيتان ٦٩ - ٧٠.

وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ ہو گا۔ اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا]

اللہ تعالیٰ نے سعادت مند لوگوں کے مراتب کو بیان فرمایا، اور وہ چار ہیں، ابتدا تمام لوگوں میں سے عالی مرتبت حضرات کے ذکر سے فرمائی، پھر علی الترتیب بعد کے مرتبے والے لوگوں کا ذکر فرمایا اور یہی چار درجات والے حضرات اہل جنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرمائے۔ [1] آمین یارب العالمین۔

ج۔ شیخ عبدالحمید بن بادیسؒ نے لکھا ہے: دعوت الی اللہ تعالیٰ کے آنحضرت ﷺ کی راہ ہونے کے ذکر ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ دعوت الی اللہ تعالیٰ ان کی بھی راہ ہو، کیونکہ آنحضرت ﷺ ان کے مقتدا، پیشوا، اور ان کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ لیکن ان پر اس فریضہ کی تاکید کی خاطر، اور یہ بیان کرنے کی غرض سے کہ اس کی ادائیگی آپ کی اتباع کے تقاضوں میں سے ہے، اور اس کے بغیر اتباع مکمل نہیں ہوتی، اس بات کی صراحت کی گئی کہ ﴿أدعوا إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني﴾ [2]

لہٰذا مسلمانوں پر انفرادی اور اجتماعی طور پر یہ بات لازم ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیں، اور یہ کہ ان کی دعوت دلیل و برہان اور ایمان و یقین پر مبنی ہو، اور رسول کریم ﷺ کی دعوت کے مطابق ہو۔ [3]

❁❁❁❁❁❁

۱۔ مفتاح دار السعادة ۱/ ۷۸ باختصار.

۲۔ ترجمہ: میں اور میری اتباع کرنے والے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

۳۔ ملاحظہ ہو: الدرر الغالية في آداب الدعوة والداعية ص ۱۱۔۱۲۔

دعوتِ دین کی قدر ومنزلت کے بارے میں ایک بات یہ ہے کہ یہ کام ان لوگوں کے اوصاف میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہترین قول والا قرار دیا ہے۔

اس بات کی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[1]

[ترجمہ: اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، اور نیک کام کرے، اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں]

آیت کریمہ کا معنی:

آیت کریمہ میں موجود استفہام نفی کے معنی میں ہے،[2]

اور آیت کریمہ کا معنی یہ ہے: اس شخص سے بھلی بات کسی کی نہیں جس میں دعوت الی اللہ، عمل صالح اور عزت وافتخار سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے تین اوصاف ہوں۔[3]

علامہ شوکانیؒ نے تحریر کیا ہے: ''اس سے عمدہ کوئی چیز نہیں، اس کی راہ سے زیادہ

۱۔ سورة فصلت / الآية ۳۳.

۲۔ ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۴/ ۱۲۲؛ وتفسير السعدي ص ۸۲۰.

۳۔ ملاحظہ ہو: المحرر الوجيز ۱۴ / ۱۸۵؛ وتفسير البيضاوي ۲/ ۳۵۳؛ وتفسير أبي السعود ۸ / ۱۴؛ وتفسير القاسمي ۱۴ / ۲۷۳.

روشن اور کوئی راہ نہیں، اور اس کے عمل سے زیادہ ثواب والا اور کوئی عمل نہیں''۔(۱)

آیت کریمہ کا شمول:

یہ آیت شریفہ ہر اس شخص کے بارے میں ہے جس نے دعوتِ دین دی، نیک عمل کیے، اور اپنے مسلمان ہونے کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا، خواہ وہ شخص زمانہ ماضی میں تھا، یا اب موجود ہو، یا زمانہ مستقبل میں پایا جائے۔ حافظ ابن کثیرؒ آیت شریفہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جیسا کہ امام عبدالرزاقؒ نے معمرؒ کے حوالے سے حضرت حسن بصریؒ کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ اور پھر فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ شخص ہے، یہ اللہ تعالیٰ کو اہل زمین میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا، اور اسی کی طرف لوگوں کو بلایا، اور خود اس دعوت کے مطابق نیک عمل کیا، اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ(۲) ہے''۔(۳)

۱۔ فتح القدير ٤/٧٣٤.

۲۔ (خليفة الله): کسی کو خلیفۃ اللہ کہنے کے بارے میں علمائے امت کے دو اقوال ہیں۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ ایسا کہنا درست نہیں، اور بعض نے اس کو درست قرار دیا ہے۔
امام ابن قیمؒ نے طرفین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: اگر خليفة الله سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا جانشین ہے تو ایسا کہنا درست نہیں، اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ لوگوں کا جانشین بنایا ہے تو پھر یہ کہنا صحیح ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت سے ایسے شخص کی شان وعظمت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ١/١٥١ ـ ١٥٣)

۳۔ ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ٤/١٠٦؛ نیز دیکھئے: تفسير القرآن للإمام عبدالرزاق ٢/١٨٧؛ وتفسير البغوي ٤/١١٤؛ والكشاف ٣/٤٥٣؛ والمحرر الوجيز ١٤/١٨٥؛ وتفسير القرطبي ١٥/ ٣٦٠؛ والبحر المحيط ٧/٤٧٥؛ ومفتاح دار السعادة ⟸

آیت کریمہ کے حوالے سے داعی کی فضیلت:

ا: امام ابن قیمؒ نبی کریم

ﷺ کے لائے ہوئے علم کی اشاعت اور آپ کے طریقہ کی طرف دعوت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ''یہ ان اعمال میں سے ہے جو سب سے افضل واعلیٰ ہیں، اور جن کا بندے کے لیے دنیا وآخرت میں نفع سب سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ وعمل صالحا وقال إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾''.[1]

دعوت اِلی اللہ کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر حضرت امامؒ نے لکھا ہے:

''یہ بندے کا سب سے زیادہ عزت وقدر والا اور افضل مقام ہے''۔[2]

ب: آیت شریفہ کی تفسیر میں شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ رقم طراز ہیں: ''یہ درجہ کامل تو صدیقوں کا ہے جنہوں نے اپنے اور دوسرے لوگوں کے نفوس کی تکمیل کے لیے محنت کی، اور رسولوں کی کامل وراثت بھی ان کے حصے میں آئی''۔[3]

آیت کریمہ میں دعوت اِلی اللہ کو پہلے لانے کی حکمت:

آیت کریمہ

میں دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کو دوسری دونوں باتوں سے پہلے ذکر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ قاشانیؒ رقم طراز ہیں: ''دعوت حق کو اس لیے پہلے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس کا مقام ومرتبہ سب سے بلند ہے، علاوہ ازیں دعوت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ

==> ١٥٣/١ ؛ وتفسير البيضاوي ٣٥٣/٢ ؛ وتفسير أبي السعود ٨/ ١٤ ؛ وروح المعاني ٢٤ /١٢٢ ؛ وفتح القدير ٧٣٤/٤.

١- جلاء الأفهام ص ٤١٤ - ٤١٥.

٢- ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ١/ ١٥٤.

٣- تفسير السعدي ص ٨٢٠.

(داعی کو) علمی اور عملی کمال حاصل ہو، وگرنہ دعوت درست نہ ہوگی''۔[۱]

علم و عمل والے معلّم کی شان و عظمت:

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذیل میں حضرت فضیلؒ اور امام ابن قیمؒ کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: امام ترمذیؒ نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''علم و عمل والے معلّم کو آسمانوں کی بادشاہی میں [کبیر] کے لقب سے پکارا جاتا ہے''۔[۲]

شیخ محمد عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے ان کے قول کی شرح میں تحریر کیا ہے: ''معنی یہ ہے کہ آسمانوں والے اس کی شان و عظمت کی بنا پر اس کو [کبیر] کے لقب سے پکارتے ہیں، کیونکہ اس میں علم، عمل اور تعلیم کی تین خوبیاں اکٹھی ہوگئیں''۔[۳]

ب: امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: ''جس نے علم حاصل کیا، اس کے مطابق عمل کیا، اور اس کو سکھلایا اس کو آسمانوں کی بادشاہت میں [عظیم] کے نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے''۔[۴]

اللہ تعالیٰ کے دین، عبادت اور محبت و معرفت کی طرف دعوت دینے والوں کے بارے میں حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ ہی رقم طراز ہیں: ''یہ لوگ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے خواص میں سے ہیں اور اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اس کے ہاں سب سے بلند و بالا اور اونچی شان و عظمت والے ہیں''۔[۵]

۱۔ منقول از تفسير القاسمي ١٤ /٢٧٣.

۲۔ جامع الترمذي، أبواب العلم، باب في فضل الفقه على العبادة، ٧/ ٣٨٠.

۳۔ تحفة الأحوذي ٧/ ٣٨٠.

۴۔ زاد المعاد ٣/ ١٠.

۵۔ مفتاح دار السعادة ١/ ١٥٣.

اے مولائے کریم! اپنی عنایت ونوازش سے ہمیں، ہمارے اہل وعیال اور بہن بھائیوں کو ایسے لوگوں میں شامل فرما۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

❁❁❁❁❁❁

٦
علم وعمل والے معلّم کا عمدہ زمین کی مانند ہونا

دعوت الی اللہ تعالیٰ کے مقام ومرتبہ کو واضح کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے صاحب علم وعمل معلم کو ایسی صاف ستھری اور پاکیزہ زمین سے تشبیہ دی ہے جو بارش کے پانی سے سیراب ہوکر گھاس پھوس اگا کر لوگوں کو فیض یاب کرتی ہے۔

اس بارے میں حدیث شریف:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ

نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضاً ، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ ، فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرٰی إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ ، لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ ، وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ ، وَمَثَلُ

مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأساً ، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ"۔ (۱)

"اللہ تعالیٰ نے جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا وہ زمین پر نازل ہونے والی بہت زیادہ بارش کی طرح ہے۔ زمین کا ایک حصہ صاف ستھرا تھا اس نے پانی کو قبول کیا (یعنی پانی سے سیراب ہوا)، اور بہت زیادہ مقدار میں گھاس پھوس کو اگایا۔ اور کچھ پتھریلی زمین تھی، اس نے پانی کو روکا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو نفع دیا۔ انہوں نے اس سے [خود] پیا، اور [مویشیوں کو] پلایا، اور کھیتی باڑی کی۔ کچھ بارش ایسے زمینی حصوں کو پہنچی جو چٹیل تھے۔ انہوں نے نہ ہی پانی کو [اپنے اندر] روکا اور نہ ہی کچھ اگایا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو خوب سمجھا، اور اس [شریعت] سے فیض پایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا، اس نے علم حاصل کیا اور سکھلایا اور [یہی] اس شخص کی مثال ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور جس ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اس کو قبول نہ کیا"۔

شرح حدیث:

ا: حافظ ابن حجرؒ نے امام قرطبیؒ اور دیگر علماء سے شرح حدیث میں نقل کیا ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے اپنے لائے ہوئے دین کو عام بارش سے تشبیہ دی ہے جو کہ لوگوں پر ان کی شدید ضرورت کے وقت نازل ہوتی ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے سامعین کو مختلف قسموں والی زمین سے تشبیہ دی۔ لوگوں میں سے علم وعمل والا

ا۔ متفق علیہ: صحيح البخاري، كتاب العلم، باب فضل من عَلِمَ وعَلَّمَ، رقم الحديث ۷۹، ۱/۱۷۵؛ وصحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب بيان مثل ما بعث النبي ﷺ من الهدى والعلم، رقم الحديث ۱۵ (۲۲۸۲)، ۴/۱۷۸۷ - ۱۷۸۸۔ الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

معلم ایسی پاکیزہ زمین کی مانند ہے جو بارش سے سیراب ہو کر خود فیض یاب ہوئی اور کھیتی اگا کر دوسروں کو فیض یاب کیا۔[۱]

ب: امام ابن قیمؒ نے اس حدیث شریف سے ان حضرات کی شان وعظمت پر استدلال کیا ہے جن میں علم، عمل اور دعوت إلی اللہ تعالیٰ کی تینوں صفات بیک وقت پائی جاتی ہیں، انہوں نے تحریر کیا ہے: ہدایت اور علم کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے:

پہلا طبقہ: رسولوں کے وارثین اور انبیاء کے جانشین: یہ وہ لوگ ہیں جو دین پر علم، عمل اور دعوت إلی اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کے حقیقی معنوں میں پیروکار یہی لوگ ہوتے ہیں اور وہ اس عمدہ زمین کی مانند ہیں جو خود پاک ہوئی، پانی کو قبول کیا اور بڑی مقدار میں گھاس پھوس کو اگایا۔ پانی سے یہ زمین خود مستفید ہوئی اور دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بصیرت دین اور قوتِ دعوت کو اپنے اندر جمع کیا۔ اسی وجہ سے یہ لوگ حضرات انبیاء -علیہم السلام- کے وارثین قرار پائے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾[۲]

[ترجمہ: اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب [علیہم السلام] کا [لوگوں سے] ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے]

''یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں آنکھوں والے کہ آنکھوں ہی سے حق کا ادراک اور پہچان ہوتی ہے، اور قوت ہی سے حق کی تبلیغ، نفاذ اور اس کی طرف دعوت کا کام سر

۱۔ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱/۱۷۷.

۲۔ سورۃ ص /الآیة ٤٥.

انجام پاتا ہے''۔[۱]

صحیح بخاری میں عنوان حدیث:

امام بخاریؒ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے: [باب فضل من عَلِمَ وعَلَّم][۲]
[علم سیکھنے اور سکھلانے والے کی فضیلت کے بارے میں باب]

❁❁❁❁❁❁

۷

حکمت والے معلِّم کا قابل رشک ہونا

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کو قابل رشک قرار دیا ہے جس کو حکمت عطا کی گئی ہو، اور وہ دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔

اس بارے میں حدیث شریف:

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا ،

۱۔ملاحظہ ہو: الوابل الصیب من الکلم الطیب ص ۷۲.

۲۔صحیح البخاري ، کتاب العلم ، ۱/۱۷۵.

وَيُعَلِّمُهَا''۔ (۱)

''دو کے سوا کسی اور پر حسد [یعنی رشک] کرنا درست نہیں: [ایک] وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا فرمایا اور پھر اس کو راہ حق میں خوب خرچ کرنے کی قوت سے نوازا گیا ہو۔ اور [دوسرا] وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہو، اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو، اور اس کی تعلیم دیتا ہو''۔

حدیث شریف کے متعلق چھ باتیں:

شاید کہ حدیث شریف کے حوالے سے اس مقام پر درج ذیل چھ باتوں کا ذکر مناسب ہو:

۱: لفظ [حسد] سے مراد:

حدیث شریف میں موجود لفظ [حسد] سے مراد رشک ہے۔ ا: امام ابن منیرؒ نے تحریر کیا ہے: ''یہاں [حسد] سے مراد رشک ہے''۔ (۲)

ب: حافظ ابن حجرؒ اس بارے میں رقم طراز ہیں: [حسد] سے مراد یہ ہے کہ صاحب نعمت کے بارے میں تمنا کرنا کہ اس کی نعمت نہ رہے، لیکن حدیث میں لفظ [حسد] سے مقصود رشک ہے۔ اور اس کے لئے یہ لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہاں معنی یہ ہے کہ دوسرے شخص کے پاس موجود نعمت جیسی نعمت کے حصول

۱۔ متفق علیہ: صحیح البخاري، کتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحکمة، رقم الحدیث ۷۳، ۱/۱۶۵؛ وصحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلّمه، وفضل من تعلّم حکمة من فقه وغیره، فعمل بها وعلّمها، رقم الحدیث ۲۶۶ (۸۱۵)، ۱/۵۵۹۔

۲۔ منقول از فتح الباري ۱۳ / ۱۲۰۔

کی خواہش کرنا، لیکن یہ تمنا نہ ہو کہ اس سے نعمت چھین لی جائے۔ اور اس بات کی رغبت کرنے کو [منافسة] کہا جاتا ہے، اور اگر یہ نیکی میں ہو تو قابل تعریف ہے۔ اسی بارے میں [اللہ تعالیٰ کا ارشاد] ہے ﴿فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾(۱) [ترجمہ: پس چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے]

اور اگر یہ گناہ کے کام میں ہو تو قابل مذمت ہے۔ اور اسی بارے میں ہے:

[وَلَا تَنَافَسُوْا] [ترجمہ: اور تم رشک نہ کرو]

اور اگر یہ جائز کاموں میں ہو تو مباح ہے۔(۲)

۲: مال خرچ کرنے اور علم سکھلانے کی ترغیب:

اس حدیث شریف میں دو باتوں کی ترغیب دی گئی ہے: راہ حق میں مال خرچ کرنا اور علم سکھلانا۔ امام طیبیؒ نے تحریر کیا ہے: حدیث کا مقصود مال [راہ خیر میں] خرچ کرنے اور علم سکھلانے کی ترغیب دینا ہے۔(۳)

۳: دونوں کاموں کی عظمت:

مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی شان و عظمت کو اس حدیث شریف میں اجاگر کیا گیا ہے کہ سب سے بڑی قابل رشک یہی دونوں باتیں ہیں۔ اس بارے میں تین علمائے امت کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: امام ابن منیرؒ نے لکھا ہے: حدیث کا مقصود رشک کے بلند ترین مرتبہ کو ان دو

۱۔ سورة المطففين / جزء من الآية ٢٦.

۲۔ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٦٦/١-١٦٧.

۳۔ دیکھئے۔ شرح الطيبي ٦٦٢/٢.

خصلتوں میں محصور کرنا ہے۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ دو ایسی یقینی اور قطعی عظیم نیکیاں ہیں جن کے متعلق رشک کیا جاتا ہے یا بالفاظ دیگر ان دو اعمال کے سوا کوئی اور عمل ایسا نہیں ہے کہ اس کے اجر وثواب کے یقینی حصول کی بنا پر اس کے متعلق رشک کرنے کی اس قدر شدید تاکید ہو۔ (۱)

ب: امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: آنحضرت ﷺ نے امت کو آگاہ فرمایا کہ دو خصلتوں کے سوا کوئی اور خصلت اس قابل نہیں کہ کوئی شخص اس کی بنا پر کسی پر رشک کرے۔ اور وہ دو خصلتیں یہ ہیں: لوگوں کے ساتھ علم اور مال کے ساتھ احسان کرنا [یعنی انہیں علم سکھلانا اور مال دینا] ان دو کے مقابلے میں دیگر باتوں میں لوگوں کا فائدہ معمولی اور تھوڑا ہے۔ (۲)

ج: حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں: گویا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا: ان دو کاموں کے علاوہ کسی اور بات میں ان سے عظیم یا اعلیٰ رشک نہیں''۔ (۳)

۴: لفظ [حسد] استعمال کرنے کی حکمت:

اس حدیث شریف میں رشک کی بجائے لفظ [حسد] استعمال کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام طیبیؒ نے تحریر کیا ہے: ان دو نعمتوں کے بارے میں لفظ [حسد] استعمال کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اگر ان کے حصول کی خاطر قابل مذمت طریقہ بھی اختیار کرنا پڑے تو کر لیا جائے۔ اور جب ان کی اہمیت اور حیثیت اس قدر زیادہ ہے تو پھر قابل تعریف انداز

۱۔ منقول از فتح الباري ۱۳/ ۱۲۰ - ۱۲۱ باختصار.

۲۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ۱/ ۶۲.

۳۔ فتح الباري ۱/ ۱۶۷؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح السنة ۱/ ۲۹۹؛ ومرقاة المفاتیح ۴/ ۶۱۸.

یہ دونوں خصلتیں سب باتوں سے زیادہ بلند و بالا اور قدر و منزلت والی ہیں اور جس شخص میں یہ دونوں صفات جمع ہو جائیں وہ بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔[1]

۵: صحیح ابن حبان میں عنوان حدیث:

امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب میں اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ إِبَاحَةِ الْحَسَدِ لِمَنْ أُوْتِيَ الْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهَا النَّاسَ][2]

[اس شخص کے متعلق رشک کا جواز جس کو حکمت عطا کی گئی اور وہ لوگوں کو اس کی تعلیم دے]

۶: شرح نووی میں عنوان حدیث:

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی تین

احادیث پر، جن میں سے ایک حدیث یہی ہے، درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ فَضْلِ مَنْ يَقُوْمُ بِالْقُرْآنِ وَيُعَلِّمُهُ ، وَفَضْلُ مَنْ تَعَلَّمَ حِكْمَةً مِنْ فِقْهٍ وَغَيْرِهِ ، فَعَمِلَ بِهَا وَعَلَّمَهَا][3]

[اس شخص کی فضیلت کے بارے میں باب جو قرآن پر عمل کرے اور اس کی تعلیم دے، اور اس شخص کی فضیلت کے متعلق جو حکمت یعنی دین کی سمجھ وغیرہ حاصل کرے، اور اس پر عمل کرے اور اس کی تعلیم دے]

اے مولائے رحیم و کریم! ہم ناکاروں، ہمارے اہل و عیال اور بہن بھائیوں کو ان دونوں خصلتوں کا وافر حصہ نصیب فرما۔ آمین یا حي ویا قیوم.

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۱۔ ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲/۶۶۲-۶۶۳.

۲۔ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، کتاب العلم، ۱/۲۹۲۔

۳۔ شرح النووي ۶/۹۷۔

۸ عبادالرحمٰن کی متقیوں کا امام بنائے جانے کی دعا

دعوت الی اللہ تعالیٰ کی قدر ومنزلت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ رحمٰن کے بندوں کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں متقی لوگوں کا امام بنائے۔

اس بات کی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا﴾ (۱)

[ترجمہ: اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا بنا]

آیت کریمہ سے استدلال:

حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق عبادالرحمٰن یہ دعا اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے لیے قدوہ بن جائیں، لوگ نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کریں، اور وہ ان کے برابر اجر وثواب حاصل کریں۔ ذیل میں اسی بارے میں بعض مفسرین کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''ہمیں امام بنا، ہم اپنے پہلے لوگوں کی

۱۔ سورة الفرقان / الآية ۷٤.

اقتدا کریں اور بعد میں آنے والے لوگ ہماری پیروی کریں''۔(۱)

ب: امام ابن عربیؒ نے تحریر کیا: ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ ہمیں قدوہ بنا''۔(۲)

ج: علامہ قرطبیؒ رقم طراز ہیں: ''یعنی [ہمیں] قدوہ [بنا] لوگ خیر میں ہماری اقتدا کریں''۔(۳)

د: علامہ غرناطیؒ نے لکھا ہے: ''یعنی نمونہ، کہ متقی لوگ ہماری اقتدا کریں''۔(۴)

ہ: حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی، قتادہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا﴾ کی تفسیر میں بیان کیا: ''[ہمیں] امام [بنا]، کہ خیر کی باتوں میں ہماری اقتدا کی جائے''۔(۵)

حافظ ابن کثیرؒ نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر علمائے امت نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے: ''ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا کہ ہم دوسروں کو دعوت خیر دیں۔ انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ ان کی عبادتوں کے ساتھ ان کی اولادوں اور آئندہ نسلوں کی عبادتیں مل جائیں۔ اور ان کی ہدایت کا نفع دوسروں تک پہنچ جائے۔ اور یہ بات ان کے لیے زیادہ ثواب اور بہتر انجام والی ہے

۱۔ شرح السنة، كتاب العلم، باب ثواب من دعا إلى هدى أو أحيا سنة، وإثم من ابتدع بدعة أو دعا إليها، ۱/۲۳۱؛ نیز ملاحظہ ہو: أحكام القرآن للجصاص ۳/۳۴۸.

۲۔ أحكام القرآن ۳/۱۴۳۴.

۳۔ تفسير القرطبي ۱۳/۸۳.

۴۔ كتاب التسهيل ۳/۱۷۹؛ نیز دیکھئے: تفسير البيضاوي ۲/۱۴۸.

۵۔ تفسير ابن كثير ۳/۳۶۳.

یہ بات صحیح مسلم کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ ، أَوْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ''. (۱)

''جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین صورتوں کے سوا اس کی نیکیوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے: نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے، یا علم جس کا نفع اس کے بعد ہو، یا صدقہ جاریہ''۔ (۲)

و: شیخ ابن عاشورؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: انہوں نے جس طرح اپنے ازواج (۳) اور نسل کے لیے توفیق اور خیر کا سوال کیا، اسی طرح انہوں نے نعمت ایمان سے بہرہ ور ہونے کے بعد اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ انہیں نمونہ خیر بنا دے تاکہ متقی لوگ ان کی پیروی کریں۔

ان کی اسی التماس میں یہ دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بنائے، اور لوگ ان کے ذریعے راہ ہدایت پر آئیں۔ (۴)

❁❁❁❁❁❁

۱۔ ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من ثواب بعد وفاته، رقم الحدیث ۱۴ (۱۶۳۱)، ۳/۱۲۵۵.

۲۔ تفسیر ابن کثیر ۳/۳۶۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ۱۲ /۲۸۳.

۳۔ (ازواج): مردوں کے لیے ازواج سے مراد ان کی بیویاں ہیں اور عورتوں کے لیے ازواج سے مراد ان کے خاوند ہیں۔

۴۔ تفسیر التحریر والتنویر ۱۹ /۸۳ باختصار؛ نیز دیکھئے: تفسیر السعدي ص ۶۳۶.

۹ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی فرضیت

دعوت دین کی اہمیت کو واضح کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو امت محمدیہ -علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام- پر فرض قرار دیا ہے۔ اور مسلّمہ بات ہے کہ فرائض کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے، بلکہ وہ قرب الٰہی حاصل کرنے والے تمام برگزیدہ کاموں میں سے اس کو سب سے زیادہ محبوب ہیں جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

''وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ''.[1]

''جن باتوں سے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی چیز میرے ہاں ان اعمال سے زیادہ پسندیدہ نہیں جو کہ میں نے اس پر فرض کیے ہیں''۔

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فرائض سب سے محبوب اعمال ہیں''۔ طوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فرائض کے ذریعے قرب [الٰہی] کا حصول سب سے عظیم عمل ہے کیونکہ حکم کے مطابق ان کے ادا کرنے میں تعمیل ارشاد، حکم دینے والے کا احترام، تابعداری کے ذریعہ اس کی تعظیم، عظمتِ ربوبیت کا اظہار اور بندگی کی ذلت کا اقرار ہے''۔[2]

۱۔ ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب التواضع، جزء من رقم الحدیث ۶۵۰۲، عن أبي هريرة رضي الله عنه، ۱۱/۳۴۰-۳۴۱۔

۲۔ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/۳۴۳۔

فرضیتِ دعوت کے دلائل:

کتاب وسنت میں دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کے بہت زیادہ دلائل ہیں۔ انہی میں سے تین دلائل ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: ارشاد رب العالمین: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[1]

[ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دے، نیکی کا حکم دے، اور برائی سے روکے۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں [صیغہ امر] کے ذریعے مسلمانوں کو دعوت اِلی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صیغہ امر [لام امر] ہے جو فعل مضارع پر داخل ہوا ہے۔ اور وہ [ولتکن] ہے۔ امام بغویؒ نے تحریر کیا ہے: "[ولتکن] میں لام [لام الأمر] ہے"۔[2]

شیخ ابن عاشورؒ نے لکھا ہے: "﴿ولتكن منكم أمة﴾ کا صیغہ وجوب کا صیغہ ہے اور یہ امر پر دلالت کرنے کے لیے (افعلوا)[3] سے زیادہ صریح ہے"۔[4]

اور صیغہ امر - جیسا کہ علمائے امت نے بیان کیا ہے - وجوب پر دلالت کرتا

۱۔ سورة آل عمران / الآية ١٠٤.

۲۔ تفسير البغوي ١/ ٣٣٨؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير الخازن ١/ ٣٩٩.

۳۔ (افعلوا): صیغہ امر ہے اور معنی [تم کرو] ہے۔

۴۔ تفسير التحرير والتنوير، الجزء ٣/ ص ٣٧.

ہے۔[1]

۲۔ دعوت إلی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کی دوسری دلیل امام بخاریؒ کی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً''.[2]

''اگر میری طرف سے تمہیں ایک آیت بھی پہنچے تو اس کو [دوسروں تک] پہنچا دو''۔

حدیث شریف سے استدلال:

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے امت کو یہ حکم دیا ہے کہ دین کی جو بات آنحضرت ﷺ کی طرف سے ان تک پہنچے وہ اس کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں، اگرچہ وہ بات صرف ایک آیت ہی ہو۔ علامہ عینیؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ﴿وَلَوْ آيَةً﴾ یعنی ظاہری علامت، یہ بات بطور مبالغہ ارشاد فرمائی گئی۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ تم تک میری طرف سے پہنچنے والی بات کوئی عمل ہو یا اشارہ یا اسی طرح کی کوئی اور بات بھی ہو (تم اس کو آگے نقل کردو)۔[3]

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں: آنحضرت ﷺ نے حدیث میں (اگرچہ ایک آیت ہی ہو) فرمایا تاکہ ہر سننے والا جو سنے ۔ خواہ وہ بات کتنی تھوڑی ہو۔ فوراً آگے

۱۔ ملاحظہ ہو: العدّة في أصول الفقه ۱/۲۲۴؛ والتمهيد في أصول الفقه ۱/۱۴۵.

۲۔ صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، جزء من رقم الحديث ۳۴۶۱، ۶/۴۹۶.

۳۔ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۶/۴۵.

نقل کر دے تا کہ اس طرح آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا سارا دین امت تک منتقل ہو جائے۔[۱]

قاضی بیضاویؒ نے اس حدیث کے حوالے سے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے، انہوں نے تحریر کیا ہے: آپ ﷺ نے حدیث کی بجائے آیت قرآنی کے پہنچانے کا ذکر فرمایا تا کہ لوگوں کے لیے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جب قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے لینے کے باوجود اس کے دوسروں تک پہنچانے کی تاکید اس قدر شدید ہے تو احادیث کو پہنچانے کی تاکید کس قدر زیادہ ہوگی۔[۲]

۳۔ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی فرضیت کے بارے میں ایک اور دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے فرمایا: ''أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا ؟''

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے؟''

- یہاں تک - کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟''

''کیا میں نے یہ پیغام (الٰہی) پہنچا دیا ہے؟''

قَالُوْا : ''نَعَمْ''.

انہوں نے عرض کی: ''جی ہاں''۔

آپ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ . فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ . فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ''.[۳]

۱۔ ملاحظہ ہو : فتح الباري ٦/٤٩٨.

۲۔ ملاحظہ ہو : عمدة القاري ١٦/٤٥.

۳۔ صحيح البخاري ، كتاب الحج باب الخطبة أيام منى ، جزء من رقم ==>

اے اللہ! گواہ ہو جا۔ (یہاں) موجود شخص غیر حاضر کو پہنچا دے۔ کتنے لوگ جنہیں بات پہنچائی جاتی ہے خود سننے والوں سے بات کو زیادہ سمجھنے والے ہوتے ہیں''۔

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ سننے والوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔

حدیث شریف کے متعلق قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ : "فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ". [1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً آپ کی امت کو یہی وصیت ہے کہ: ''موجود لوگ غیر حاضر لوگوں تک [آپ کی بات] پہنچا دیں''۔

حافظ ابن حجرؒ نے تحریر کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا [امت کو وصیت] سے مقصود آنحضرت ﷺ کا آخری ارشاد گرامی: ﴿فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ﴾ تھا۔ [2]

علامہ عینیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاکید کی غرض سے قسم کھا کر بات کی ابتدا کی۔ [3]

==> الحديث ۱۷٤۱، ۳/ ۵۷۳-۵۷٤.

۱۔ صحيح البخاري، كتاب الحج باب الخطبة أيام منى، جزء من رقم الحديث، ۱۷۳۹، ۳/ ۵۷۳-۵۷٤.

۲۔ فتح الباري ۳/ ۵۷۵.

۳۔ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۰/ ۷۸.

فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ نے قلم بند کیا ہے: ''حدیث سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم دین کی تبلیغ فرض کفایہ ہے اور بعض لوگوں کے حق میں فرض عین ہو جاتی ہے''۔ (۱)

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت دین کو امت پر فرض قرار دیا ہے، اور اس کی فرضیت بلا شک وشبہ اس کی شان وعظمت اور رفعت ومنزلت پر دلالت کرتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁

۱۰ بہترین امت ہونے کا ایک سبب دعوتِ دین

اللہ عزوجل نے امت محمدیہ ﷺ کو بہترین امت قرار دیا ہے، اور امت کے اس اعزاز کو پانے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بیان فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

اس بات کے بعض دلائل:

اس بات کے دلائل میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: ارشاد رب العالمین: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ

۱۔ فتح الباري ۳/۵۷٦. مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب: "الحسبة: تعريفها، ومشروعيتها، ووجوبها" ص ۴۲-۸۱.

بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(۱)

[ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو، بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں مولائے کریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ [خیر الأمم](۲) ہے۔ اور اس عظیم الشان مقام و مرتبہ پانے کا سبب یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لاتی ہے۔ ذیل میں بعض علمائے امت کے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر میں بیان فرمایا: ''خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ، تَأْتُوْنَ بِهِمْ فِيْ السَّلَاسِلِ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِيْ الْإِسْلَامِ''.(۳)

''(تم) لوگوں کے لیے بہترین لوگ (ہو)، تم لوگوں کی گردنوں میں زنجیریں ڈالے انہیں لاتے ہو یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں''۔

ب: حضرت مجاہدؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کیا: ''تم اس شرط کے پورا کرنے کی صورت میں بہترین امت ہو کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو

۱۔ سورة آل عمران / جزء من الآية ۱۱۰۔
۲۔ سب امتوں میں سے بہترین امت۔
۳۔ صحيح البخاري، كتاب التفسير، سورة آل عمران، باب ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس﴾، رقم الرواية ۴۵۵۷، ۸/ ۲۲۴.

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو''۔[۱]

ج: قاضی ابن عطیہ اندلسیؒ نے تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لیے یہ مقرر کردہ شان وعظمت وہ حاصل کرتا ہے جو امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ تعالیٰ کی شرائط کو پورا کرتا ہے''۔[۲]

د: علامہ فخر الدین رازیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''جان لو کہ یہ نئی بات ہے۔ اور اس کا مقصود امت کے خیر الامم ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس طرح کہ تو کہتا ہے۔ زید سخی ہے، لوگوں کو کھلاتا ہے، انہیں پہناتا ہے، اور ان کی اصلاح کے لیے کام کرتا ہے[۳]''۔[۴]

۲: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے امت کے خیر الامم کا اعزاز پانے کے اسباب میں سے ہونے کی دوسری دلیل درج ذیل آیت کریمہ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾[۵]

۱۔ تفسير الطبري، رقم الأثر ۷٦۱۵، ۷/ ۱۰۲ - ۱۰۳.

۲۔ المحرر الوجيز ۳/ ۱۹۵.

۳۔ یعنی زید کو اس لیے سخی کہا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ کی خدمت کی غرض سے مذکورہ بالا تینوں کام سر انجام دیتا ہے۔ اور اگر وہ یہ کام نہ کرے گا تو سخی کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔

۴۔ التفسير الكبير ۸/ ۱۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: الكشاف ۱/ ٤٥٤؛ وإحياء علوم الدين ۲/ ۳۰۷؛ وتفسير القرطبي ٤/ ۱۷۳؛ وكتاب تحفة الناظر وغُنْيَة الذاكر في حفظ الشعائر وتغيير المناكر ص ۳؛ وتفسير أبي السعود ۲/ ۷۱؛ وتفسير القاسمي ٤/ ۱۹۲.

۵۔ سورة البقرة / جزء من الآية ۱٤۳.

[ترجمہ: اور ہم نے اسی طرح تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں مولائے عزوجل نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس نے امت اسلامیہ کو بہترین امت بنایا تاکہ وہ دوسری امتوں پر دعوت اِلی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے گواہی دیں، جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ کو دعوت اِلی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کی خاطر ان پر گواہ ٹھہرایا گیا۔

اس بارے میں ذیل میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دو مفسرین کے اقوال پیش کیے جارہے ہیں:

۱: شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے آیت کریمہ [كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ] کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: "اس آیت کی مانند ارشاد [باری] تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطاً﴾ یعنی [تمہیں] بہترین [امت بنایا] ﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ] امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ"۔ (۱)

شیخ قاسمیؒ نے یہ بھی لکھا ہے: آیت کی [تفسیر] میں مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے: [ان کا بیان ہے]: تاکہ تم دیگر امتوں۔ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں۔ کے خلاف محمد ﷺ کے گواہ بن جاؤ"۔ (۲) اور تم یہ گواہی

۱۔ تفسير القاسمي ١٩٣/٤۔

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسير الطبري، رقم الأثر ٢١٨٦، ٣/ ١٥٠۔

آپ کی رسالت کی حقانیت کے متعلق اس طرح دو کہ لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوت کی روح اور جان ہے۔ (۱)

ب: شیخ ابن عاشورؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: اور [اَلنَّاس] (۲) کا لفظ عام ہے اور اس سے مراد گزشتہ اور موجودہ سب امتوں کے لوگ ہیں اور آیت کریمہ میں مذکورہ شہادت دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔ اور دنیا میں تکمیل شہادت کے تقاضوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ دوسری امت کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے تاکہ یہ دعوت رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے قائم مقام ہو جائے اور اعراض کرنے والوں کے خلاف اہل ایمان کی گواہی پوری ہو جائے۔ (۳)

۳: اسی بارے میں ایک اور دلیل درج ذیل حدیث شریف ہے:

امام احمدؒ نے حضرت درّہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا، اور اس وقت آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے دریافت کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟''

''یارسول اللہ! لوگوں میں سے سب سے اچھا کون ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''خَيْرُ النَّاسِ أَقْرَؤُهُمْ وَأَتْقَاهُمْ وَآمَرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ''.

''بہترین شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن کریم پڑھے، سب سے زیادہ متقی

۱۔ ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ۲/۲۸۳.
۲۔ [الناس] لوگ۔
۳۔ ملاحظہ ہو: التحریر والتنویر ۲/۲۰-۲۱.

ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا ہو، اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو"۔ (۱)

اس حدیث شریف میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ان اوصاف حمیدہ میں سے ہے جن کی وجہ سے بندہ بہترین لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ مولائے کریم اپنے فضل وعنایت سے ہم سیاہ کاروں کو ایسے لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

❁❁❁❁❁❁

۱۱ حصول کامیابی کی ایک شرط دعوتِ دین

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی رفعت ومنزلت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کامیابی اور کامرانی کی شرائط میں سے ایک شرط قرار دیا ہے۔

اس بات کے بعض دلائل:

کتاب وسنت کی متعدد نصوص اس بات پر

۱۔ المسند ٦/٤٣٢. (ط: المکتب الإسلامي)۔ حافظ ہیثمی نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے: اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور دونوں کے راوی [ثقہ] ہیں اگرچہ ان میں سے بعض کے بارے میں کچھ کلام کی گئی ہے لیکن وہ مضر نہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ٧/٢٦٣).

دلالت کناں ہیں۔انہی میں سے چار درج ذیل ہیں:

ا:ارشاد رب العالمین: ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾[1]

[ترجمہ: زمانے کی قسم! یقیناً تمام انسان البتہ بہت بڑے خسارے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک عمل کیے، اور آپس میں حق کی وصیت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی]

سورت سے استدلال:

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اس بات کی خبر دی ہے
کہ تمام لوگ بہت بڑے خسارے میں ہیں۔اور اس خسارے سے صرف وہی لوگ بچیں گے جن میں چار اوصاف ہیں:

ایمان، عمل صالح، حق بات کی وصیت کرنا، صبر کی وصیت کرنا۔

اور تیسرے وصف [حق بات کی وصیت کرنا] سے مراد نیک اعمال کرنے کا حکم دینا اور ناجائز کاموں سے روکنا ہے۔[2]

علمائے امت نے اس سورت کی تفسیر میں اس حقیقت کو خوب آشکارا کیا ہے۔
ذیل میں ان کے کچھ اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: امام عبدالرزاقؒ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے اس سورت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''﴿وَالْعَصْرِ﴾[3] ہمارے رب تبارک وتعالیٰ

ا۔ سورۃ العصر / الآیات ۱-۳۔
۲۔ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۴/۵۸۲۔
۳۔زمانے کی قسم۔

نے قسم کھائی ہے ﴿إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾ [۱] اس نے بیان فرمایا کہ سارے انسان [خسارے میں ہیں]، پھر استثناء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ [۲] پھر بات کو یہیں ختم نہیں کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا ﴿وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ﴾ [۳] پھر بات کو یہاں ختم نہیں کیا بلکہ فرمایا ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ [۴] پھر بات کو اسی مقام پر نہیں چھوڑا بلکہ مزید فرمایا ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [۵]، اور یہ چاروں شرطیں [خسارے سے بچاؤ کے لیے] ان پر مقرر کی ہیں''۔ [۶]

ب: قاضی ابن عطیہ اندلسیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''جو شخص زندگی بھر حق وصبر کی وصیت کرتا رہے اور خود بھی اس کے مطابق عمل کرے وہ خسارے میں نہیں، اور [ایسے شخص نے] اپنے لیے ساری خیر کو جمع کر لیا''۔ [۷]

ج: علامہ فخر الدین رازیؒ اس سورت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''اس میں شدید وعید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ وہ خسارے میں ہیں سوائے اس شخص کے جس میں چار باتیں ہوں: ایمان، عمل صالح، حق بات کی وصیت کرنا، صبر کی وصیت کرنا۔ اور یہ سورت اس بات پر دلالت کناں ہے کہ نجات ان چاروں باتوں کے اکٹھے ہونے سے وابستہ ہے۔ جس طرح ہر مکلّف شخص اپنے لیے کچھ اعمال کرنے کا پابند ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کے کچھ واجبات بھی اس

۱۔ یقیناً تمام بنی نوع انسان البتہ بہت بڑے خسارے میں ہیں۔

۲۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔

۳۔ اور نیک اعمال کیے۔

۴۔ اور آپس میں حق کی وصیت کی۔

۵۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔

۶۔ ملاحظہ ہو: تفسیر القرآن للإمام عبدالرزاق الصنعاني ۲/۳۹٤.

۷۔ المحرر الوجیز ۱٦/۳٦۲.

کے ذمہ ہیں، اور انہی میں سے: ان کو دین کی دعوت دینا، نصیحت کرنا، نیکی کا حکم دینا، بدی سے روکنا، اور ان کے لیے وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرے، شامل ہیں''۔[1]

د: حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس [زمانے] کے ساتھ قسم کھائی ہے کہ یقیناً انسان خسارے اور بربادی میں ہے ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خسارے سے مستثنیٰ قرار دیا جو اپنے دلوں کے ساتھ ایمان لائے اور جوارح کے ساتھ اعمال کیے، ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ نیکیوں کے کرنے کا حکم دیا اور محرمات سے بچنے کی تلقین کی، ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ اور مصائب، آفات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بنا پر آنے والی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی''۔[2]

اعمال صالحہ پر تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کے عطف کی حکمت:

تواصی بالحق

اور تواصی بالصبر دونوں اعمال صالحہ میں شامل ہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کے ذکر کرنے کے بعد ان دونوں کا ذکر فرمایا۔ اس بات کی حکمت کی بارے میں ذیل میں دو مفسرین کی تحریریں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیش کی جارہی ہیں:

ا: شیخ محی الدین شیخ زادہؒ نے تحریر کیا ہے: ''تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا اعمال صالحہ میں شامل ہونے کے باوجود الگ مستقل طور پر ذکر کرنا ان دونوں کی شان وعظمت کو آشکارا کرنے کے لیے ہے''۔[3]

ا۔ التفسیر الکبیر ۳۲/۷۹-۸۰.

۲۔ تفسیر ابن کثیر ٤/٥٨٢.

۳۔ حاشیه الشیخ محي الدین شیخ زاده علی تفسیر البیضاوي ٤/٦٩٣. اس کی==>

ب: شیخ ابن عاشورؒ نے اس بارے میں لکھا ہے: تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا اعمال صالحہ پر عطف [عام پر خاص کے عطف] کے ضمن میں آتا ہے اور اس کا مقصود ان دونوں کی اہمیت کو نمایاں کرنا ہے، کیونکہ بسا اوقات اس خیال کی بنا پر کہ عمل صالح تو وہ ہے جو بندہ خود کرے، ان دونوں سے غفلت برتی جاتی ہے، اس عطف کے ساتھ اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمان کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دوسروں کی راہنمائی کرے، ان کو دعوتِ حق دے، حقائق ہدایت کی تعلیم دے اور صحیح عقائد سمجھائے۔ (۱)

۲: دعوت دین کے کامیابی کے شرائط میں سے ہونے کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۲)

[ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور نیک کاموں کا حکم کرتی رہے، اور برے کاموں سے روکتی رہے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین صفات

==> مثال ایسے ہی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿حافظوا على الصلوات والصلاة الواسطى﴾ (سورة البقرة / جزء من الآية ۲۳۸) [ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی] میں نمازوں کا ذکر کرنے کے بعد درمیانی نماز کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو: التحرير والتنوير ۳۰ / ۵۳۲-۵۳۳.

۲۔ سورة آل عمران / الآية ۱۰۴.

کا ذکر فرمایا ہے: دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ، اور پھر اس بات کی خبر دی کہ ان تینوں صفات والے ہی کامیاب وکامران ہیں۔ علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: "﴿وَأُوْلَٰئِكَ﴾ یعنی دعوت دینے والے ،نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے ﴿هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ وہ اپنے اعمال اور اپنے پیروکاروں کے اعمال کے اجر وثواب کے ساتھ کامیاب ہیں"۔ (۱)

﴿اَلْمُفْلِحُوْنَ﴾ سے مراد:

اس سے مراد– جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے– وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی مراد کو پالیا اور جس چیز سے بھاگے اس کی شر سے نجات حاصل کر لی۔ (۲)

دعوتِ دین کے شرائط کامیابی میں سے ہونے کی تاکید:

اس کے متعلق

ایک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی کو دعوتِ خیر دینے والوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ اور اس تخصیص کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں [أُوْلَٰئِكَ] مبتدا، اور [اَلْمُفْلِحُوْنَ] خبر کے درمیان ضمیر فصل [هُمْ] لائی گئی ہے اور یہ ضمیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ [اَلْفَلَاح] آیت کریمہ میں مذکورہ تینوں کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ مختص ہے۔ اس بارے میں

۱۔ تفسير القاسمي ٤/١٧٦ ؛ نیز ملاحظہ ہو : تفسير الجلالين ١/ ٥٨.

۲۔ تفسير الطبري ١/ ٢٥٠ ؛ نیز ملاحظہ ہو : المحرر الوجيز ٣/ ١٨٩ ؛ والبحر المحيط ٣/ ٢٤ . اور اسی میں ہے: آیت کریمہ میں ذکر کردہ اوصاف والے لوگوں کے لیے اس جملہ میں بہت بڑی بشارت اور عظیم الشان وعدہ ہے۔

علمائے امت کی تصریحات میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: علامہ ابو حامد غزالیؒ نے تحریر کیا ہے: ''اس [آیت شریفہ] میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کامیابی و کامرانی مذکورہ بالا صفات والے لوگوں کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وأولئك هم المفلحون﴾''۔(۱)

ب: قاضی ابو سعودؒ رقم طراز ہیں: ''[هم] ضمیر فصل ہے جو کہ خبر اور صفت کے درمیان تمیز کرتی ہے، نسبت کی تاکید کرتی ہے اور مسند کے مسند الیہ کے ساتھ اختصاص کا فائدہ دیتی ہے''۔(۲)

ج: علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے: ''﴿هم المفلحون﴾ یعنی کامیابی انہی کے ساتھ مختص ہے''۔(۳)

کامیاب لوگوں میں شامل حضرات:

مزید برآں شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ نے کامیاب لوگوں کے اس گروہ میں شامل حضرات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''اس گروہ میں علم و تعلیم سے منسلک حضرات، خطباء اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے والے، محتسب حضرات جو لوگوں کو نمازیں قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور دیگر شرعی امور سرانجام دینے کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، شامل ہیں۔ ہر وہ شخص جو دعوتِ خیر دے خواہ اس کی دعوت عام لوگوں کے لیے ہو یا خاص لوگوں کے لیے، اس کی نصیحت عام ہو یا خاص اس آیت کریمہ میں داخل ہے''۔(۴)

۱۔ إحياء علوم الدين ۲/ ۳۰۷.

۲۔ تفسير أبي السعود ۲/ ۶۸.

۳۔ فتح القدير ۱/ ۳۳۷.

۴۔ تفسير السعدي ص ۱۲۷.

۳: دعوت دین کے کامیابی کی شرائط میں سے ہونے کی تیسری دلیل درج ذیل ارشاد رب العالمین ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ أُوْلٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[1]

[ترجمہ: اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول - ﷺ - کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غلبے والا حکمت والا ہے۔ ان ایمان دار مردوں اور عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے [ایسی] جنتوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ محلات کا جو کہ ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی [ان] سب سے بڑی [چیز] ہے، یہی زبردست کامیابی ہے]

آیت کریمہ سے استدلال:

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ میں درج ذیل پانچ صفات کا ذکر فرمایا:

۱۔ سورۃ التوبۃ / الآیتان ۷۱ - ۷۲.

۱: اہل ایمان کے دوست ہوں۔

۲: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل سرانجام دیں۔

۳: نماز قائم کریں۔

۴: زکاۃ ادا کریں۔

۵: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

اور ان صفات والوں سے درج ذیل دو وعدے فرمائے:

ا: دنیا میں انہیں اپنے فیضانِ رحمت سے نوازے گا۔ اور اس کا ذکر بایں الفاظ فرمایا: ﴿أُوْلَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (۱)

ب: آخرت میں انہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا اور ان پر راضی ہو جائے گا۔ اور اس کا بیان بایں الفاظ کیا گیا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ﴾ (۲)

پھر مولائے کریم نے یہ بات بتلائی کہ مذکورہ بالا پانچ صفات والے اہل ایمان کا دنیا و آخرت میں یہ اجر و ثواب حاصل کرنا ہی حقیقی کامیابی ہے۔ اور یہ بات بایں الفاظ بیان کی گئی: ﴿وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (۳)

۱۔ [ترجمہ: یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غلبے والا حکمت والا ہے]

۲۔ [ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان ایماندار مردوں اور عورتوں سے [ایسی] جنت کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ محلات کا جو کہ دائمی جنتوں میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی [ان] سب سے بڑی [چیز] ہے]

۳۔ [ترجمہ: یہی زبردست کامیابی ہے]

اسی بارے میں قاضی ابو سعودؒ رقم طراز ہیں: ''﴿ذٰلِكَ﴾ کے ساتھ مذکورہ بالا اجر وثواب کی طرف اشارہ ہے، اور ﴿ذٰلِكَ﴾ میں دوری کا معنی ان کو ملنے والے اجر وثواب کی عظمت اور فخامت پر دلالت کناں ہے۔ ﴿هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [وہی عظیم کامیابی ہے] دنیوی ساز وسامان کا حاصل ہو جانا، جنہیں لوگ کامیابی شمار کرتے ہیں، کامیابی نہیں کیونکہ وہ سب چیزیں فانی اور زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت کی معمولی سی نعمت کے مقابلے میں مچھر کے پَر کے برابر حیثیت بھی نہیں رکھتیں''۔[1]

شیخ سعدیؒ نے ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''(یہ عظیم کامیابی اس لیے ہے) کیونکہ انہوں نے اپنی ہر مراد کو حاصل کرلیا، ہر ناپسندیدہ چیز ان سے دور ہوگئی اور ان کے سارے معاملات عمدہ اور بھلے ہوگئے۔ ہماری اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمادے''۔[2] آمین يا حي يا قيوم .

۴: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے نجات پانے اور کامیابی کے حصول کی شرائط میں سے ہونے کی ایک اور دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ائمہ احمد، بخاری اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً ، فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَسْفَلِهَا ، وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ أَعْلَاهَا ، فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ

---

[1] تفسير أبي السعود ۴/ ۸۳ ، نیز ملاحظہ ہو : الكشاف ۲/ ۲۰۲ ؛ وفتح القدير ۲/ ۵۵۵ ؛ وروح المعاني ۱۰ / ۱۳۷ .

[2] تفسير السعدي ص ۳۵۸ .

أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ أَعْلَاهَا ، فَتَأَذَّوْا بِهِ ، فَأَخَذَ فَأْساً ، فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ ، فَأَتَوْهُ ، فَقَالُوْا : "مَالَكَ؟" .

قَالَ : "تَأَذَّيْتُمْ بِيْ ، وَلَا بُدَّلِيْ مِنَ الْمَاءِ" .

فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَنَجُّوْا أَنْفُسَهُمْ . وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ" .(۱)

''اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداہنت کرنے والے اور ان میں واقع ہونے والے کی مثال لوگوں کی ایک ایسی جماعت کی طرح ہے کہ انہوں نے کشتی میں [اپنی اپنی جگہ کے تعین کی خاطر آپس میں] قرعہ اندازی کی ۔ کچھ لوگوں کو نچلی منزل میں جگہ میسر آئی اور بعض کو بالائی منزل میں ۔ نچلی منزل والے پانی لینے کی غرض سے بالائی منزل والوں کے پاس سے گزرتے تو وہ تنگی محسوس کرتے ۔ اس [نچلی منزل والوں میں سے

۱۔ المسند ٤/٢٦٨ ، و ٢٨٠ . (ط : المكتب الإسلامي) ؛ وصحيح البخاري ، كتاب الشهادات ، باب القرعة في المشكلات ، رقم الحديث ٢٦٨٦ ، ٥/٢٩٢-٢٩٣ ؛ وجامع الترمذي ، أبواب الفتن ، باب منه ، رقم الحديث ٢٢٦٤ ، ٦/٣٢٨ - ٣٢٩ . الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں ۔

اس حدیث شریف میں ایک قابل توجہ بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کشتی میں سوراخ کرنے سے روکنے والوں کے لیے [صیغہ جمع] ، اور سوراخ کرنے والے کے لیے [صیغہ مفرد] استعمال فرمایا ۔ امام طیبیؒ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے : سوراخ کرنے سے روکنے والوں کے لیے [صیغہ جمع] استعمال کرکے آنحضرت ﷺ نے امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ غلط کام سے روکنے میں مسلمانوں کو باہمی تعاون کرنا چاہیے یا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ برائی سے منع کرنے والا شخص اگرچہ گنتی میں ایک ہے لیکن وہ اپنے مقام و مرتبہ میں جماعت کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں فرمایا : ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً﴾ (سورة النحل / جزء من الآية ١٢٠)[ترجمہ : یقیناً ابراہیم علیہ السلام ایک جماعت تھے] ۔ (ملاحظہ ہو : شرح الطيبي ١٠ / ٣٢٦١) .

ایک شخص] نے کلہاڑا پکڑا اور کشتی کی زیریں جانب سوراخ کرنا شروع کر دیا۔

وہ [بالائی منزل والے] اس کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''تجھے کیا ہوا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''تم نے میری وجہ سے اذیت محسوس کی ہے اور میرا پانی کے بغیر گزارہ نہیں''۔

پس اگر انہوں نے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا (یعنی کشتی میں سوراخ کرنے سے روک دیا) تو انہوں نے اس کو [غرق ہونے سے] بچا لیا۔ اور اپنے آپ کو بھی بچا لیا اور اگر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو انہوں نے اس کو ہلاک کر دیا اور خود اپنی جانوں کو بھی برباد کر دیا''۔

امام احمدؒ کی روایت کردہ حدیث میں ہے: ''فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى أَيْدِيْهِمْ ، فَمَنَعُوْهُمْ ، نَجَوْا جَمِيْعًا ، وَإِنْ تَرَكُوْهُمْ غَرِقُوْا جَمِيْعًا''.[1]

''اگر انہوں نے ان کے ہاتھوں کو تھام لیا اور انہیں منع کر دیا تو سارے نجات پا جائیں گے اور اگر انہیں چھوڑ دیا تو سارے غرق ہو جائیں گے''۔

شرح حدیث:

۱: امام طیبیؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے حدود اللہ میں مداہنت کرنے والے کو بالائی منزل والوں کے ساتھ، اور ان کو توڑنے والے کو نچلی منزل والوں سے تشبیہ دی ہے، حدود اللہ کی بے حرمتی کرنے اور ان کو پامال کرنے کو کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور روکنے کو ان کے ہاتھوں کو تھامنے اور کشتی میں سوراخ کرنے سے باز کرنے کے ساتھ

۱۔ المسند ۲٦۸/٤ . (ط : المكتب الإسلامي).

تشبیہ دی ہے۔ اور دونوں کے لیے اس روکنے کے فائدہ کو فریقین کے غرق ہونے سے بچنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور [حدود اللہ کو پامال کرنے والے کے] باز نہ کرنے کو سوراخ کرنے والے کو چھوڑنے سے تشبیہ دی ہے۔ مداہنت کرنے والوں کے نہ روکنے کے گناہ کو دونوں گروہوں کی تباہی و بربادی سے بیان کیا گیا ہے۔[۱]

اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تباہی و بربادی سے نجات پانے اور کامیابی کے حصول کی شرائط میں سے ایک بات یہ ہے کہ فساد بپا کرنے والے کو فساد سے روکا جائے، وگرنہ نیک لوگ بھی اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جائیں گے۔

ب: علامہ ملا علی قاریؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر لوگوں نے فاسق کو فسق سے روکا تو عذاب الٰہی سے فاسق اور دوسرے لوگ بچ جائیں گے، اور اگر انہوں نے اس کو گناہ ہی میں رہنے دیا اور اس پر حد قائم نہ کی، تو ان پر عذاب نازل ہوگا اور وہ اس [کے گناہ] کی نحوست کے سبب ہلاک ہو جائیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾[۲] سے بھی یہی مراد ہے''۔[۳]

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ متعدد نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تباہی و بربادی سے بچاؤ اور کامیابی کے حصول کے لیے دعوت إلی اللہ تعالیٰ ایک بنیادی شرط ہے، اور یہ بات بلاشک وشبہ دعوتِ دین کی شان وعظمت کو اجاگر کرتی ہے۔

❀❀❀❀❀

۱۔ ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۱۰/۳۲۶۱.

۲۔ سورة الأنفال / جزء من الآية ۲۵ [ترجمہ: اور تم ایسے وبال سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں پر ہی واقع نہ ہوگا]

۳۔ مرقاة المفاتيح ۸/۸۶۵؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۵/۲۹۶؛ وعمدة القاري ۱۳/۲۶۴؛ وتنبیه الغافلين ص ۲۳

۱۲ نصرتِ امت کا سبب دعوتِ دین

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کسی کی مدد اسباب کے ساتھ کرے، یا بغیر اسباب کے، لیکن اس نے اپنی حکمت کی بنا پر امت کی نصرت کو کچھ اسباب کے ساتھ مربوط کر دیا ہے، اور انہی میں سے ایک سبب یہ ہے کہ امت اپنے رب تعالیٰ کے دین کی دعوت و جہاد کے ذریعے مدد کرے، اور رب قدوس ان کی مدد کرے، اور یہ بات بلا شک وشبہ دعوت کی قدر و منزلت کو واضح کرتی ہے۔

اس بات کے دو دلائل:

دعوت دین کے امت کی نصرت کے اسباب میں سے ہونے کے دلائل میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾[1]

[ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا]

آیت کریمہ کی تفسیر:

علمائے امت نے آیت کریمہ کی تفسیر میں اس بات کو

۱۔ سورۃ محمد ﷺ / الآیۃ ۷.

خوب وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے تین کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: علامہ شوکانیؒ نے آیت شریفہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ کافروں کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ان پر فتح نصیب فرمائے گا''۔(۱)

ب: شیخ عبدالرحمٰن سعدیؒ رقم طراز ہیں: ''اس میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اقامت دین، اس کی طرف دعوت، اور اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد کریں، اور ان کی اس ساری کدو کاوش کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ اگر انہوں نے ایسے کیا تو وہ ان کی مدد کرے گا، اور انہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا، یعنی صبر وطمانیت اور استقلال کے ساتھ ان کے دلوں کو تقویت بخشے گا، ان کے جسموں کو قوتِ صبر سے نوازے گا اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرے گا۔

سچے وعدے والے رب کریم کا وعدہ ہے کہ جو بھی اپنے اقوال وافعال کے ذریعے اس کی مدد کرے گا وہ ضرور اس کی مدد کرے گا، اور نصرت وتائید کے اسباب، ثابت قدمی وغیرہ اس کے لیے آسان کر دے گا''۔(۲)

ج: شیخ شنقیطیؒ نے لکھا ہے: ''اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے دین اور کتاب کی مدد کریں، اس کے کلمہ کی سربلندی، احکام کی تعمیل، نواہی سے اجتناب اور حضرت محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کی لوگوں پر حکمرانی کی خاطر سعی وکوشش اور جہاد کریں''۔(۳)

۱۔ فتح القدير ٥/٤٦.

۲۔ تفسير السعدي ص ٨٦٢.

۳۔ أضواء البيان ٧/٤٢٣.

۲: دعوتِ دین کے نصرتِ امت کے اسباب میں سے ہونے کی دوسری دلیل

رب ذوالجلال کا ارشادگرامی ہے:﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾[1]

[ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑے غلبے والا ہے]

تفسیر آیت کریمہ:

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے:﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اس کے نبی اور دین کی مدد کرے گا۔[2]

نصرتِ الٰہی کے وعدے کے متعلق تنبیہات:

اس آیت کریمہ کے حوالے سے دین کی مدد کرنے والوں کے لیے نصرتِ الٰہی کے وعدے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

ا: یہ وعدہ اس مولائے کریم کی طرف سے ہے جو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس نے خود اپنے متعلق فرمایا:﴿وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾[3]

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا]

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾[4]

ا۔ سورۃ الحج / جزء من الآیۃ ٤٠.

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۲/ ۷۲.

۳۔ سورۃ الزمر / جزء من الآیۃ ۲۰.   ۴۔ سورۃ آل عمران / جزء من الآیۃ ۹.

[ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا]

یہ تو اس رحمٰن ورحیم رب کا وعدہ ہے جو قول وگفتار میں سب سے زیادہ سچا ہے۔

اس نے خود فرمایا: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾[1]

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا؟]

﴿وَعَدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾[2]

[ترجمہ: یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو سراسر سچا ہے، اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو؟]

یہ تو اس قادر مطلق کا وعدہ ہے جو اپنے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ اس بات کو اس نے خود ہی بیان فرمایا: ﴿وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ﴾[3]

[ترجمہ: اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟]

یہ تو اس رب ذوالجلال کا وعدہ ہے جس کا وعدہ حق وصدق کے سوا کچھ ہوتا ہی نہیں۔ اس نے خود ہی فرمایا: ﴿أَلَآ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾[4]

[ترجمہ: یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے]

ب: اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی تاکید [لام تو کید] سے فرمائی۔ ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ﴾ میں ﴿لَيَنْصُرَنَّ﴾ کے شروع والا [لام] لام تو کید ہے، اور علامہ شوکانیؒ کے بیان کے مطابق یہ جملہ حذف شدہ قسم کا جواب ہے اور آیت کریمہ کا معنی

۱۔ سورۃ النساء / جزء من الآیۃ ۸۷۔

۲۔ سورۃ النساء / جزء من الآیۃ ۱۲۲۔

۳۔ سورۃ التوبۃ / جزء من الآیۃ ۱۱۱۔ ۴۔ سورۃ یونس / جزء من الآیۃ ۵۵۔

یہ ہے: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرے گا جو اس کی مدد کرے گا۔[1]

اور جیسا کہ مسلمہ بات ہے کہ جس بات کی قسم کھائی جائے، قسم اس کی تاکید کا فائدہ دیتی ہے۔ ہمارے مولائے کریم کا وعدہ خالی از تاکید ہو تب بھی قطعی، اٹل اور حتمی ہوتا ہے، اور جب اس کے وعدے کے ساتھ تاکید کی خاطر قسم ہو تو وہ وعدہ کس قدر پختہ، ٹھوس اور مضبوط ہوگا۔

ج: بسا اوقات کوئی شخص وعدہ کرتا ہے اور ایفائے عہد کا پختہ عزم رکھتا ہے لیکن کسی رکاوٹ کی بنا پر اپنے وعدے کو پورا نہیں کر پاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے ارادے کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس نے تو خود ہی اپنے بندوں کو بتلایا:

﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾[2]

[ترجمہ: جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے]

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾[3]

[ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے]

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾[4]

[ترجمہ: یقیناً اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے]

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ﴾[5]

۱۔ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٣/٦٥٤.

۲۔ سورة البروج / الآية ١٦.

۳۔ سورة الحج / جزء من الآية ١٤.

۴۔ سورة يس / الآية ٨٢.

۵۔ سورة المائدة / جزء من الآية الأولى.

[ترجمہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم کرتا ہے]

﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ﴾[۱]

[ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے، کوئی اس کا حکم ٹالنے والا نہیں]

﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾[۲]

[ترجمہ: وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے روبرو) جواب دہ ہیں]

اللہ تعالیٰ نے نصرت دین کرنے والے لوگوں کی مدد کے متعلق اپنے وعدے کے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ﴾

[ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑے غلبے والا ہے]

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ساتھ ان تمام شکوک وشبہات اور احتمالات کی بیخ کنی فرمادی جو وعدہ الٰہی کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹوں کے متعلق ذہنوں میں پیدا ہو سکتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ قوی اور عزیز ہے تو ان کے وعدے کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ کیسے بن سکتا ہے؟

قاضی ابوسعودؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی مراد کے پورا کرنے پر قوی ہے، اور اس کی مراد میں سے یہ بھی ہے کہ نصرتِ دین کرنے والوں کی مدد کی جائے (عَزِيْز) کوئی اس کے ارادے کی تکمیل کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی رکاوٹ بن سکتا ہے۔[۳]

۱۔ سورة الرعد / جزء من الآية ٤١.

۲۔ سورة الأنبياء / الآية ٢٣.

۳۔ تفسیر أبي السعود ٦/١٠٩؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ١٢/ ٨٢.

د: دنیا نے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کو پورا ہوتے دیکھا۔ سلف صالحین نے رب ذوالجلال کے دین کی مدد کی تو اس نے انہیں سرفراز وسربلند کیا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کیا۔ قاضی ابوسعودؒ نے اس بارے میں تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کی تکمیل فرمائی، مہاجرین اور انصار کو عرب کے سرداروں، عجم کے کسراؤں، روم کے قیصروں پر غالب فرمایا اور ان سب کی زمینوں اور گھروں کا انہیں مالک بنادیا''۔(۱)

اور اگر آج مسلمانانِ عالم اپنے رب کریم کے دین کی مدد کریں گے تو وہ ضرور ان کی نصرت وتایید فرمائے گا۔ انہیں دنیا میں غلبہ واقتدار عطا فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کرے گا۔ اے مولائے رحمٰن ورحیم! امت کو اپنے دینِ حق کی خدمت کی توفیق عطا فرما، اور امت کو اس ذلت ورسوائی سے نجات دے جو مشرق ومغرب میں اس پر مسلّط ہوچکی ہے۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام۔

❀❀❀❀❀❀

۱۳

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کا معلّمِ خیر پر درود

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ مالک الملک، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر درود بھیجتے ہیں۔

ا۔ تفسیر أبي السعود ۱۰۹/۶ ؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۹۱/۲.

اس بات کی دلیل:

امام ترمذیؒ نے حضرت ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ: أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالآخَرُ عَالِمٌ''۔

''رسول اللہ ﷺ کے روبرو دو اشخاص کا ذکر کیا گیا: ایک عابد، اور دوسرا عالم''۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فَضْلُ الْعَالِمِ (۱) عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلَى أَدْنَاكُمْ''۔

''عالم کی عابد پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح تم میں سے سب سے کم حیثیت والے شخص پر میری فضیلت ہے''۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ''. (۲)

''یقیناً اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے، یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں، اور مچھلی لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر درود بھیجتی ہے''۔

۱۔ (العالم): اس سے مراد علوم شریعت کا ایسا عالم ہے جو شریعت کے مطابق عمل کرتا ہو۔ (ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ۱/۴۷۲).

۲۔ جامع الترمذي، أبواب العلم، باب في فضل الفقه على العبادة، رقم الحديث ۲۸۲۵، ۷/۳۷۹-۳۸۰. شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۲/۳۴۳).

حدیث شریف کے حوالے سے آٹھ باتیں:

مولائے کریم کی توفیق سے ذیل میں اس حدیث شریف کے حوالے سے آٹھ باتیں پیش کی جارہی ہیں:

ا: عابد پر عالم کی فضیلت کا سبب:

اس حدیث شریف سے عابد پر عالم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ عبادت گزار کا نفع اس کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے، اور عالم کا فیض اس کی اپنی ذات کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں تک پہنچتا ہے۔ امام طیبیؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ﴾ نیا جملہ ہے اور یہ عالم اور عابد کے درمیان عظیم فرق کو بیان کرتا ہے۔ عابد کا نفع اس کی ذات تک محدود رہتا ہے اور عالم کا نفع مخلوقات تک پہنچتا ہے، یہاں تک کہ چیونٹی بھی اس سے فیض یاب ہوتی ہے''۔[۱]

۲: اللہ تعالیٰ کے درود کے معانی:

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر درود کے علمائے امت نے ایک سے زیادہ معانی بیان کیے ہیں۔ ان میں سے تین معانی درج ذیل ہیں:

ا: فرشتوں کے روبروان کی تعریف کرنا:

امام ابو عالیہؒ نے اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ پر درود کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ''صَلَاةُ اللّٰهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ''.[۲]

ا۔ شرح الطيبي ٢/٦٧٥.

٢۔ صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي﴾ الآية، ٨/٥٣٢.

''اللہ تعالیٰ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے روبرو آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے''۔

اللہ اکبر! اس بندے کی شان وعظمت کے کیا کہنے کہ رب العالمین فرشتوں کے سامنے اس کی تعریف فرمادے! اور وہ عمل کس قدر عالی مرتبت ہوگا جس کی بدولت بندہ خاکی اس عظیم الشان اعزاز کا مستحق قرار پائے!

ب: بندے کا تزکیہ فرمانا: امام راغب اصفہانی ؒ نے تحریر کیا ہے: ''وَ صَلَاةُ اللّٰهِ لِلْمُسْلِمِيْنَ هُوَ فِي التَّحْقِيْقِ تَزْكِيَتُهُمْ إِيَّاهُمْ''.(1)

''یقیناً مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کے درود کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کا تزکیہ فرمادیتا ہے''۔

وہ شخص کتنے بخت والا ہے کہ اس کا تزکیہ علیم وخبیر رب ذوالجلال فرمادے! اور اس عمل کی شان وعظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر ہوگی کہ وہ بندے کے تزکیہ کا سبب بنا!

ج: بندوں پر رحمت نازل فرمانا: امام ابوعبید قاسم بن سلام ہروی ؒ نے لکھا ہے: ''فَهُوَ مِنَ اللّٰهِ الرَّحْمَةُ''.(2)

''وہ [درود] اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہے''۔

۳: مخلوق کے درود سے مراد:

تعلیم خیر دینے والے پر فرشتوں اور دیگر مخلوق

۱۔ المفردات في غريب القرآن، مادة "صلا"، ص ۲۸۵ .

۲۔ غريب الحديث ۱/۱۸۰؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۲/۶۷۶۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر درود کے مزید معانی معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو: راقم السطور کی کتاب ''فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے'' ص ۱۵-۱۶ .

کے درود بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے گناہوں کی معافی کا سوال کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ امام راغب اصفہانیؒ رقم طراز ہیں: ''وَمِنَ الْمَلَائِكَةِ هِيَ الدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ، كَمَا هِيَ مِنَ النَّاسِ''.(۱)

''فرشتوں کی جانب سے اس [درود] سے مقصود ان کا دعا اور استغفار کرنا ہے جس طرح کہ لوگوں کی طرف سے بھی اس [درود] سے یہی مراد ہے''۔

اس معنی کی تاکید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام طبرانیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مُعَلِّمُ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى الْحِيْتَانِ فِي الْبِحَارِ''.(۲)

''خیر کی تعلیم دینے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتی کہ سمندروں میں مچھلیاں بھی''۔

۱۔ المفردات في غريب القرآن، مادة "صلا"، ص ۲۸۵؛ نیز ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب التفسير باب ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي﴾، ۸/۵۳۲.

۲۔ منقول از: مجمع الزوائد، كتاب العلم، باب منه (في فضل العالم والمتعلم)، ۱/۱۲۴. حافظ ہیثمیؒ نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ طبرانیؒ نے [الأوسط] میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد میں اسماعیل بن عبداللہ بن زرارۃ ہے۔ ابن حبانؒ نے اس کو [ثقہ] قرار دیا ہے۔ ازدیؒ نے اس کو [منکر الحدیث] قرار دیا ہے۔ لیکن ایسے شخص کے متعلق ازدی کا یہ کہنا قابل توجہ نہیں۔ اور اس کے باقی روایت کرنے والے صحیح کے راویوں میں سے ہیں۔ (ملاحظہ هو: مرجع سابق ۱/۱۲۴).
امام بزارؒ نے آنحضرت ﷺ کے یہی الفاظ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کیے ہیں۔ (ملاحظہ هو: الترغيب والترهيب، كتاب العلم، الترغيب في العلم وطلبه وتعلّمه وتعليمه، وما جاء في فضل العالمين والمتعلمين، ۱/۱۰۱). شیخ البانیؒ نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ هو: صحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۰۹).

۴: فرشتوں کا حکم الٰہی سے درود بھیجنا:

یہ بات مسلّمہ ہے کہ فرشتے امر الٰہی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ﴾(۱)

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ انہیں [فرشتوں کو] جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، [بلکہ] جو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں]

تو جب فرشتوں کی معلّم خیر کے لیے دعا رب عزوجل کے حکم سے ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی قبولیت میں شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔(۲)

۵: چیونٹی اور مچھلی کے ذکر کا سبب:

نبی کریم ﷺ نے بری مخلوقات میں سے چیونٹی اور بحری مخلوقات میں سے مچھلی کا ذکر فرمایا۔ اور شاید اس میں یہ اشارہ ہے کہ تعلیم خیر دینے والے پر درود بھیجنے میں برّی اور بحری سب مخلوقات شریک ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی ﴿حَتَّی النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ﴾ کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے قلم بند کیا ہے: ان دونوں (چیونٹی اور مچھلی) کا ذکر خشکی اور پانی کی ساری مخلوقات کو شریک کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔(۳)

۱۔ سورة التحريم / جزء من الآية ٦.

۲۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب ''فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے'' ص ١٢ - ١٤.

۳۔ ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ١/ ٤٧٣.

۶: مخلوق کا حکم الٰہی سے درود بھیجنا:

برّی اور بحری مخلوقات تعلیم خیر دینے والے کے لیے دعا اپنی مرضی سے نہیں کرتی بلکہ اللہ مالک الملک کے حکم سے کرتی ہیں اور جب صورت حال یہ ہو تو ان کی دعاؤں کی قبولیت میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

۷: مخلوق کے درود کی حکمت:

تعلیم خیر دینے والے پر آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق کے درود بھیجنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: جب معلّم خیر کی تعلیم مخلوق کی نجات، سعادت اور ان کے تزکیہ نفوس کا سبب بنی، تو اللہ تعالیٰ نے اسی جنس اور قسم کا اس کو صلہ عطا فرمایا کہ اس کو اپنے، اپنے فرشتوں اور اہل زمین کے درود کا مستحق قرار دیا جو کہ اس کے لیے موجب نجات، باعث سعادت اور سبب فلاح بنا۔

علاوہ ازیں جس طرح معلّم خیر رب تعالیٰ کے دین اور اس کے احکام کے غلبہ کی خاطر کوشاں تھا، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی لوگوں کو خبر دینے والا تھا، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے، اور آسمانوں اور زمینوں والوں کے درود کا مستحق ٹھہرایا تاکہ اس کے ذریعے اس کی عظمت کا اظہار ہو، اس کی تکریم ہو، اور آسمان وزمین کی مخلوق کے درمیان اس کی تعریف وتوصیف کا چرچا ہو۔[1]

۱۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ۱/۶۳.

۸: تائید حدیث میں قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث کی تائید بعض آثار صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد امام ابن قیمؒ نے تحریر کیا ہے: ''یہی بات حضرات صحابہ ؓ سے بھی منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''عُلَمَاءُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ رَجُلَانِ : فَرَجُلٌ أَعْطَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا ، فَبَذَلَهُ لِلنَّاسِ ، وَلَمْ يَأْخُذْ عَلَيْهِ صَفَدًا ، وَلَمْ يَشْتَرِ بِهِ ثَمَنًا ، أُوْلٰئِكَ يُصَلِّيْ عَلَيْهِمْ طَيْرُ السَّمَاءِ ، وَحِيْتَانُ الْبَحْرِ ، وَدَوَابُّ الْأَرْضِ ، وَالْكِرَامُ الْكَاتِبُوْنَ .

وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَضَنَّ بِهِ عَلٰى عِبَادِهِ ، وَأَخَذَ بِهِ صَفَدًا وَاشْتَرٰى بِهِ ثَمَنًا ، فَذٰلِكَ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلْجَمُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ''۔ (۱)

''اس امت کے علماء دو قسموں کے ہیں: ایک وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم عطا فرمایا، اس نے لوگوں کو اس کی تعلیم دی اور اس کے عوض نہ تو عطیہ قبول کیا اور نہ ہی اس کا معاوضہ لیا۔ اس قسم [کے علماء] پر آسمان کے پرندے، سمندر کی مچھلیاں، زمین کے چوپائے اور [لوگوں کے اعمال] معزز لکھنے والے [فرشتے] درود بھیجتے ہیں۔

اور دوسرا شخص وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا، اس نے بندوں کو اس کی تعلیم دینے میں بخل کیا، اس کے عوض عطیہ لیا، اس کا دام وصول کیا، ایسے شخص کو روز قیامت آگ کی لگام پہنائی جائے گی''۔

❁❁❁❁❁❁

۱۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ۱/ ۶۳.

دعوتِ دین کی قدر و منزلت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے لیے شاداں و فرحاں رہنے اور اس پر رحمت الٰہی کے نزول کی دعا کی ہے جو آپ کی بات سن کر دوسرے شخص تک پہنچائے۔

اس بارے میں دو دلائل:

۱: تروتازگی کی دعائے مصطفی ﷺ:

امام ابن ماجہؒ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں خیف کے مقام پر کھڑے ہوئے اور کہا: ﴿نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَءاً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ﴾[1]

۱۔ سنن ابن ماجه، المقدمه، من بلّغ علماً، رقم الحديث ۲۴۴، ۱/۴۹ ۔ شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه ۱/۴۵)۔ اسی موضوع کے متعلق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن أبي داود، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم، رقم الحديث ۳۶۵۵، ۱۰/۶۸؛ وجامع الترمذي، أبواب العلم، باب في الحثّ على تبليغ السماع، رقم الحديث ۲۷۹۴، ۷/۳۴۷ - ۳۴۸) . علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث بھی اس بارے میں ہے۔ (ملاحظہ ہو: مرجع سابق ۱/ ۶۳، رقم الحديث ۲۷۹۵، ۷/۳۴۸؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، ذكر دعاء المصطفى ﷺ لمن أدّى من أمته حديثاً سمعه، رقم الحديث ۶۶، ۱/۲۶۸) .

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اور اس کو آگے پہنچا دیا۔ کتنے ہی حاملین فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں، اور کتنے ہی حاملین فقہ اس شخص تک [دین کی بات] پہنچاتے ہیں جو ان سے بڑا فقیہ ہوتا ہے''۔

سید الأولین والآخرین حضرت محمد ﷺ کی جانب سے یہ دعا کس قدر عظیم الشان ہے اور اس دعا کے حصول کا سبب کس قدر آسان اور سہل ہے! رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو سننا اور دوسرے تک پہنچانا۔ اس بارے میں ہماری کوتاہی کتنی زیادہ ہے اور دعائے مبارک سے محرومی کی صورت میں ہمارا خسارہ کس قدر عظیم ہے!

دعائے مصطفیٰ ﷺ سے مراد:

اس عظیم دعا کے مقصود کے متعلق بعض علمائے امت کے اقوال درج ذیل ہیں:

ا: امام خطابیؒ نے لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی: (نَضَّرَ اللّٰہُ) سے مقصود تروتازگی کی دعا ہے۔ (نَضَارَۃٌ) سے مراد نعمت اور رونق ہے''۔[1]

ب: حافظ منذریؒ رقم طراز ہیں: ''(نَضَّرَ) کا معنی تروتازگی کی دعا ہے، اور (نَضَارَۃٌ) سے مراد نعمت، رونق اور خوبصورتی ہے۔ اس دعا کا مقصود یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو حسن و جمال اور زینت عطا فرمائے''۔[2]

ج: امام ابن قیمؒ آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی: [نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا، وَحَفِظَهَا، وَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ

۱۔ معالم السنن ٤/١٨٧.

٢۔ الترغيب و الترهيب ١/١٠٨.

مِنْهُ] کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے سننے، سمجھنے، یاد کرنے اور اس کو آگے پہنچانے والے کے لیے آنحضرت ﷺ نے دعا کی ہے، اور یہی علم کے مراتب ہیں: اس کا پہلا اور دوسرا مرتبہ علم کا سننا اور سمجھنا ہے، تیسرا مرتبہ اس کی حفاظت کرنا اور اس کو یاد رکھنا ہے تاکہ بھول جانے سے علم ختم ہی نہ ہو جائے، چوتھا مرتبہ اس کی تبلیغ کرنا اور اس کو امت میں پھیلانا ہے تاکہ امت میں اس کی اشاعت کا مقصد پورا ہو جائے۔ وہ [علم] زمین میں دفن شدہ خزانے کی مانند ہے جس سے خرچ نہ کیا گیا ہو، اور جب تک علم کو خرچ نہ کیا جائے، اس کی تعلیم نہ دی جائے اس کے ختم ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے، لیکن جب اس کو خرچ کیا جائے تو خرچ کرنے کی بنا پر اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

جس نے یہ چاروں کام سرانجام دیئے، وہ اس نبوی دعا کا مستحق قرار پایا جس میں جمال ظاہری اور باطنی دونوں ہیں، کیونکہ (اَلنَّضْرَۃُ) وہ ترو تازگی اور حسن ہے جو ایمان کے آثار، باطنی ترو تازگی، دل کی خوشی اور مسرت، اور اس سے لطف اندوز ہونے کے سبب چہرے پر آجاتا ہے، یہ فرحت و شادمانی چہرے کو رونق دیتی ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرحت و سرور اور چہرے کی ترو تازگی کو اپنے اس ارشاد گرامی میں جمع کر دیا ہے: ﴿فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ (۱)

[ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی]

ترو تازگی ان کے چہروں پر ہوگی، اور سرور ان کے دلوں میں۔ نعمتوں کا حصول

۱۔ سورة الإنسان /الآية ۱۱ .

اور دل کی خوشی چہرے پر تازگی کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی میں ہے: ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ (۱)

[ترجمہ: تو ان کے چہروں ہی سے نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو جس شخص نے سنا، سمجھا، یاد کیا اور اس کو [دوسروں تک] پہنچایا، تو اس کے چہرے پر یہ تروتازگی ہوگی، اور یہ اس شرینی، رونق اور سرور کا نتیجہ ہوگی جو اس کے قلب اور باطن میں پائی جائے گی۔ (۲)

اے ہمارے مولائے کریم! ہم ناکاروں کو اور ہماری اولادوں کو دنیا و آخرت میں اس تروتازگی سے محروم نہ رکھنا۔ إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاء.

د: امام سیوطیؒ نے تحریر کیا ہے: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن جابر نے بیان کیا: یعنی [حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ] اللہ تعالیٰ اس کو تروتازگی، خوبصورتی، صاف رنگ اور حسن و جمال کا لباس پہنا دیتا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی نعمتوں کی وجہ سے چہروں پر ظاہر ہونے والی تروتازگی تک پہنچا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً﴾ (۳) [ترجمہ: انہیں تازگی پہنچائی] نیز فرمایا: ﴿تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ﴾ (۴) [ترجمہ: تو ان کے چہروں ہی سے نعمتوں کی تروتازگی پہچان لے گا] (۵)

۱۔ سورة المطففين / الآية ۲٤.

۲۔ مفتاح دار السعادة ۱/ ۷۱-۷۲ باختصار.

۳۔ سورة الإنسان / الآية ۱۱.

۴۔ سورة المطففين / الآية ۲٤.

۵۔ منقول از عون المعبود ۱۰/ ٦۸.

ہ: علامہ مبارکپوریؒ اس حدیث پر تعلیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: حدیث شریف کے طلب کرنے، اس کو یاد کرنے اور اس کی تبلیغ کا اس مبارک دعا سے فیض یاب ہونے کے سوا اور کچھ فائدہ نہ بھی ہو، تو اس دعا کا حصول ہی بہت بڑا فائدہ اور غنیمت ہے، اور دنیا و آخرت کی عظیم خوش بختی اور سعادت ہے''۔(۱)

اے رب ذوالجلال! اس مبارک دعا سے ہمیں، ہمارے اہل و عیال، بہن بھائیوں اور مسلمانوں کو وافر حصہ نصیب فرما۔ إِنَّكَ مُجِيْبُ الدَّعْوات.

صحیح ابن حبان کی ایک اور روایت:

علاوہ ازیں امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَءاً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ''.(۲) ''اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی، پھر اس کو جیسے سنا ویسے ہی پہنچا دیا، کتنے ہی لوگ جن تک حدیث پہنچائی جاتی ہے سننے والوں سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں''۔

صحیح ابن حبان کی روایت کا عنوان:

امام ابن حبانؒ نے اس حدیث پر

۱۔تحفة الأحوذي ۳۴۹/۷.

۲۔الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، رقم الحديث ۶۹، ۲۷۱/۱-۲۷۲. شیخ شعیب ارنؤوط نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے: اس کی سند [حسن] ہے، اور احمد نے [عن عبدالرزاق عن اسرائيل] کے ذریعے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (هامش الإحسان ۲۷۲/۱).

درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ إِثْبَاتِ نَضَارَةِ الْوَجْهِ فِي الْقِيَامَةِ مَنْ بَلَّغَ لِلْمُصْطَفٰى ﷺ سُنَّةً صَحِيْحَةً كَمَا سَمِعَهَا] (۱)

[مصطفیٰ ﷺ کی سنت صحیحہ کو جیسے سنا ویسے پہنچانے والے کے لیے [روز] قیامت چہرے کی تروتازگی کا ثبوت]

۲: رحمت الٰہی کی دعائے مصطفیٰ ﷺ:

نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں دعائے رحمت کی ہے جو آپ کی حدیث کو سنے، یاد کرے اور دوسرے شخص کو پہنچا دے۔ امام ابن حبانؒ نے حضرت ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''دوپہر کے وقت کے قریب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مروان کے ہاں سے تشریف لائے تو میں نے [اپنے دل میں] کہا: ''اس [مروان] نے کوئی بات دریافت کرنے کی غرض سے انہیں بلا بھیجا ہوگا''۔

میں ان [زید رضی اللہ عنہ] کی جانب اٹھا، اور ان سے اس بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: ''اس نے ہم سے ان باتوں کے متعلق استفسار کیا جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھی تھیں''۔

[پھر یہ حدیث پڑھی]

''رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءاً سَمِعَ مِنِّي حَدِيْثًا، فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ''. الحدیث۔ (۲)

۱۔الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، ۹/۱ ۲۷۱

۲۔المرجع سابق۔ ۶۷، ۱/ ۲۷۰۔ <==

''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو مجھ سے حدیث سنے، اس کو یاد کرے، یہاں تک کہ دوسرے شخص کو پہنچا دے، کتنے حاملین فقہ اس شخص تک [بات] پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے، اور کتنے ہی حاملِ فقہ فقیہ نہیں ہوتے''۔

صحیح ابن حبان میں عنوان حدیث:

اس حدیث پر امام ابن حبانؒ نے

درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ رَحْمَةِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا مَنْ بَلَّغَ أُمَّةَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا صَحِيْحًا عَنْهُ] (۱)

[امت مصطفی ﷺ تک صحیح حدیث پہنچانے والے پر اللہ عزوجل کی رحمت کا ذکر]

اے مولائے کریم! ہم ناکاروں اور ہماری اولادوں کو ایسے سعادت مند لوگوں میں شامل فرما۔ آمین یارب العالمین۔

❁❁❁❁❁❁

==> شیخ شعیب ارنؤوط نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد [صحیح] ہے، اور اس کو حضرات ائمہ، ابوداود، ترمذی، دارمی، ابن عبدالبر، رامہرمزی، ابن ابی عاصم، طحاوی، خطیب اور طبرانی نے اس اسناد کے ساتھ شعبہ سے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ۱/ ۲۷۰).

۱۔ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب العلم، ۱/ ۲۷۰.

۱۵ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کا صدقہ ہونا

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ داعی کی جانب سے لوگوں پر صدقہ ہے۔

اس کے متعلق بعض دلائل اور اقوال:

۱: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾(۱)

[ترجمہ: جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز کو قائم کرتے ہیں، اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ متقیوں کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، اور علم بھی رزق الٰہی ہے، اور متقی لوگ اس میں سے لوگوں پر صدقہ کرتے ہیں۔ اس بارے میں علمائے امت کے فرمودات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا: حضرت حسن بصریؒ نے ارشاد رب العالمین ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ کی

۱۔ سورۃ البقرۃ / الآیۃ ۳۔

تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے: ''یقیناً علم کا خرچ کرنا عظیم الشان خرچ میں سے ہے''۔ (۱)

ب: علامہ قرطبیؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض علمائے متقدمین نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ کی تفسیر میں بیان کیا کہ: ''وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم میں سے تعلیم دیتے ہیں''۔ (۲)

ج: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے: ''انہوں [علماء] نے بیان کیا ہے کہ انفاق مال سے بھی ہوتا ہے اور علم سے بھی''۔ (۳)

د: قاضی بیضاویؒ نے اس کی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے خرچ کرتے ہیں اور اس کی تائید رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی: ''إِنَّ عِلْمًا لَا يُقَالُ بِهِ كَكَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ (۴)''. (۵)۔ ''یقیناً وہ علم جو بتلایا نہ جائے ایسے خزانے کی طرح ہے جس میں سے

۱۔ منقول از مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیه ٤ /٤٢.

۲۔ تفسیر القرطبي ١ /١٧٩.

۳۔ مجموع الفتاوی ١٤ /٢١٢.

۴۔ امام قضاعی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عِلْمٌ لَا يَنْفَعُ كَكَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْه'' [ترجمہ: نفع نہ دینے والا علم ایسے خزانے کی طرح ہے جس سے خرچ نہ کیا جائے] (مسند الشهاب، علم لا ينفع ككنز لا ينفق منه، رقم الحديث ٢٦٣، ١ /١٨٠). شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الجامع الصغير وزيادته، رقم الحديث ٣٩١٢، ٤ /٣٧). حدیث کی تخریج کے متعلق مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب ''فضل الدعوة إلى اللہ تعالیٰ'' ص ٦٧.

۵۔ تفسیر البیضاوي ١ /١١٩؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ١ /٣٢.

خرچ نہ کیا جائے''۔

۲: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے صدقہ ہونے کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلمؒ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ''.[۱]

[بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے]

اس حدیث شریف پر تعلیق کرتے ہوئے امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے: اس حدیث میں اس بات کے ثبوت کے متعلق اشارہ ہے کہ ہر امر بالمعروف اور ہر نہی عن المنکر صدقہ ہے، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے [امر] اور [نہی] دونوں کو نکرہ استعمال فرمایا ہے۔[۲]

۳: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے صدقہ ہونے کی تیسری دلیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول ہے:

''عَلَيْكُمْ بِالْعِلْمِ ، فَإِنَّ طَلَبَهُ عِبَادَةٌ ، وَتَعَلُّمَهُ حَسَنَةٌ ، وَبَذْلَهُ لِأَهْلِهِ قُرْبَةٌ ، وَتَعْلِيْمَهُ لِمَنْ لَا يَعْلَمُهُ صَدَقَةٌ ، وَالْبَحْثَ عَنْهُ جِهَادٌ ، وَمُذَاكَرَتَهُ تَسْبِيْحٌ''.[۳]

۱۔ صحیح مسلم ، کتاب الزکاۃ ، باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف ، جزء من رقم الحدیث ۵۳ (۱۰۰۶) ، ۲/ ۶۹۷.

۲۔ ملاحظہ ہو : شرح النووي ۲/ ۹۲.

۳۔ منقول از مجموع الفتاوی ۴/ ۴۲ ؛ نیز ملاحظہ ہو : مفتاح دار السعادۃ ۱/ ۱۲۰. امام ابن قیمؒ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس کو خطیب اور ابونعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور یہ ان کا مشہور و معروف قول ہے۔ (ملاحظہ ہو : شرح النووي ۱/ ۱۲۰).

''علم کو حاصل کرو، کیونکہ اس کا طلب کرنا یقیناً عبادت ہے، سیکھنا نیکی ہے، اہل لوگوں میں اس کا خرچ کرنا قرب الٰہی کا سبب ہے، بے علموں کو سکھلانا صدقہ ہے، اس کو تلاش کرنا جہاد ہے، اور اس کا مذاکرہ ومراجعہ کرنا تسبیح ہے''۔

اس قول میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے، جو کہ امت میں سے حلال وحرام کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں [۱]، اہل لوگوں کے تعلیم دینے کو قرب الٰہی کا سبب بتلایا، اور بے علموں کو علم سکھلانے کو صدقہ قرار دیا۔

۴: اسی بات پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول بھی دلالت کناں ہے:

''مَا تَصَدَّقَ عَبْدٌ بِصَدَقَةٍ أَفْضَلَ مِنْ مَوْعِظَةٍ يَعِظُ بِهَا إِخْوَانًا لَهُ مُؤْمِنِيْنَ، فَيَتَفَرَّقُوْنَ، وَقَدْ نَفَعَهُمُ اللّٰهُ بِهَا''. [۲]

''کوئی بندہ اپنے مومن بھائیوں کو نصیحت کرنے سے بہتر صدقہ نہیں کرتا، جب وہ [اس سے] جدا ہوتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی نصیحت سے مستفید ہو چکے ہوتے ہیں''۔

۵: اسی بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تحریر کیا ہے: ''یہ انبیائے کرام اور

۱۔ امام ترمذیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُوْبَكْرٍ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- ...... وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ -''. ''میری امت میں سے میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت کرنے والا ابوبکر -رضی اللہ عنہ- ہے...... اور ان میں سے حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل -رضی اللہ عنہ- ہے''. (جامع الترمذي، أبواب المناقب، مناقب معاذ بن جبل رضي الله عنه، ......، جزء من رقم الحديث ۴۰۴۳، ۱۰ / ۱۹۹). حافظ ابن حجرؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں۔ (فتح الباري ۷/۱۲۶).

۲۔ مجموع الفتاوی ۴/۴۲؛ نیز ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۴/۲۱۲.

ان کے وارثین کا صدقہ ہے، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، سمندر کی مچھلیاں، اور ہوا کے پرندے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر درود بھیجتے ہیں، اور علم کو چھپانے والے پر اللہ تعالیٰ، اور [سب] لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں''۔(۱)

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کے ذریعے کوئی دوسرا انسان ہدایت پا جائے اس کا اجر وثواب انتہائی جلیل القدر ہے۔

اس بات کی دلیل:

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کرتے وقت ارشاد فرمایا:

''اُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ. فَوَ اللّٰهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ''.(۲)

۱۔ مجموع الفتاوی ۲۱۲/۱٤.

۲۔ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، جزء من ==>

''سیدھے جانا یہاں تک کہ تو ان [یہودیوں] کے علاقے میں پہنچ جائے، پھر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا، اور ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے حق سے انہیں آگاہ کرنا، اللہ کی قسم! اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک بندے کو ہدایت دے دے تو وہ تیرے لیے سرخ رنگ کے اونٹوں کے حصول سے زیادہ بہتر ہے''۔

شرح حدیث:

ا: امام نوویؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''(حُمْرُ النَّعَمِ) سے مراد سرخ رنگ کے اونٹ ہیں، اور وہ اہل عرب کا سب سے زیادہ بیش قیمت مال ہے۔ وہ کسی چیز کی نفاست اور عمدگی کو بیان کرنے کے لیے بطور ضرب المثل ان کا ذکر کرتے ہیں، اور یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ امور اخرویہ کا دنیوی امور سے تشبیہ دینا صرف سمجھانے کی غرض سے ہے، وگرنہ ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کا ایک ذرہ بھی ساری دنیا اور اس جیسی جتنی دنیائیں بھی تصور کی جاسکیں ان سب سے بہتر ہے''۔[1]

اس مقام پر ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ کسی شخص کی ہدایت کا سبب بننے والے شخص کے متعلق آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کا اجر وثواب سرخ اونٹوں کے پانے کے برابر ہے، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ وہ ان سے بھی بہتر ہے، اور وہ کس قدر ان سے بہتر ہے؟ اس کو جاننے والا صرف اجر وثواب عطا کرنے والا رب

==>رقم الحديث ٤٢١٠، ٤٦٦/٧؛ وصحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، جزء من رقم الحديث ٣٤ (٢٤٠٦)، ١٨٧٢/٤.

ا۔ شرح النووي ١٥/ ١٧٨

العالمین ہی ہے۔

امام نوویؒ نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس حدیث میں علم، دعوت ہدایت اور اچھی باتوں کی ابتدا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔[1]

ب: امام ابن قیمؒ نے اس حدیث پر تعلیق کرتے ہوئے قلم بند کیا ہے: ''جب کسی عالم کے ذریعے ایک شخص کا ہدایت پانا، اس کے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، جو کہ اونٹوں والوں کے ہاں بہترین قسم ہے، تو پھر اس شخص کے اجر و ثواب کے کیا کہنے جس کے ہاتھوں ہر روز لوگوں کی جماعتیں ہدایت حاصل کریں''۔[2]

اے ہمارے رحمٰن و رحیم رب! ہمیں اس اجر و ثواب سے وافر حصہ نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین۔

صحیح بخاری میں عنوان حدیث:

امام بخاریؒ نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ رَجُلٌ][3]

[اس شخص کی فضیلت کے متعلق باب جس کے ہاتھ پر کوئی اسلام لائے]

سنن ابی داود میں عنوان حدیث:

اور امام ابوداودؒ نے اپنی کتاب السنن میں اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

۱۔ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۵/۱۷۸ - ۱۷۹.

۲۔ مفتاح دار السعادة ۱/۶۲؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱٤/۲۵۸.

۳۔ صحیح البخاري، كتاب الجهاد، ٦/١٤٤.

[بَابُ فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ](۱)

[اشاعت علم کی فضیلت کے متعلق باب]

۱۷

تعلیم خیر کی خاطر مسجد جانے پر مکمل حج کا ثواب

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت کو اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ خیر کی تعلیم دینے کی غرض سے مسجد جانے والے کا اجر مکمل حج کرنے والے کے ثواب کے برابر ہے۔

اس بات کی دلیل:

امام طبرانیؒ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ حَاجٍّ تَامًّا حَجَّتُهُ''. (۲)

''جو شخص مسجد کی طرف روانہ ہو، خیر سیکھنے یا سکھلانے کے سوا اس کا کوئی مقصد نہ ہو، تو اس کے لیے ایسے حج کرنے والے کے مثل ثواب ہے جس کا حج پورا ہو چکا ہو''۔

۱۔ سنن أبي داود ، كتاب العلم ، ۱۰ / ۶۷.

۲۔ منقول از الترغيب والترهيب ، كتاب العلم ، الترغيب في الرحلة في طلب العلم ، رقم الحديث ٤ ، ۱/ ۱۰٤ . شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ۱/ ۱۱۰). (حدیث شریف کی تخریج کے متعلق مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب ''فضل الدعوة إلى اللہ تعالیٰ'' ص ۷۲).

اللہ اُ کبر! لوگوں کو خیر سکھلانے والے کا صلہ کس قدر عظیم الشان ہے! اے ہمارے رب کریم! ہمیں اس سے محروم نہ رکھنا۔ إنك سميع الدعاء .

دعوتِ دین کی اہمیت و وقعت پر دلالت کناں باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دعوت دینے والے کو دعوت کے نتیجے میں عمل کرنے والے کے مثل ثواب ملتا ہے۔

اس بات کے دو دلائل:

ا: حضرات ائمہ احمد، مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا . وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا''.[1]

ا۔ المسند ۲/۳۹۷ (ط : المكتب الإسلامي) ؛ وصحيح مسلم ، باب من سنّ سنة حسنة أو سيئة ، ومن دعا إلى هدى أو ضلالة ، رقم الحديث ۱۶ (۲۶۷۴) ، ۴/۲۰۶۰ ؛ وسنن أبي داود ، كتاب السنة ، باب من دعا إلى السنة ، رقم الحديث ۴۵۹۶ ، ۱۲/۲۳۶ ؛ وجامع الترمذي ، أبواب العلم ، باب في من دعا إلى هدى فاتبع أو إلى ضلالة ، رقم الحديث ۲۸۱۳ ، ۷/۳۶۴ ؛ وسنن ابن ماجه ، المقدمة ، من سنّ سنة حسنة أو سيئة ، رقم الحديث ۱۹۴ ، ۱/۴۰ .

”جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو جس قدر ثواب اس کی دعوت پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے اتنا ہی اجر اس کے لیے ہے، اور اس کو ملنے والے اجر کی وجہ سے ان [عمل کرنے والوں] کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی، اور جس نے گم راہی کی طرف بلایا اس کے ذمہ اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس کی دعوت کے نتیجے میں گناہ کرنے والوں پر ہوگا، اور اس کو ملنے والے گناہ کے سبب ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو گی“۔

حدیث شریف کے متعلق تین باتیں:

ا: دعوت دینے والے کے لیے یہ

ثواب کسی خاص عمل کی دعوت کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر وہ نیک کام جس کی طرف داعی لوگوں کو بلائے، اور لوگ اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے وہ اچھا عمل کریں، تو اس کو اس عمل کی بنا پر اجر ملتا ہے، یہ کام خواہ معمولی حیثیت کا ہو یا بہت بڑا۔ امام طیبیؒ نے (ھــدًی) کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ”جس سے اچھے اعمال کی راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے، اور یہ لفظ نکرہ ہونے کے سبب ہر اس چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس پر لفظ [ھــدًی] کا اطلاق ہوسکتا ہے، تھوڑے، زیادہ، عظیم، معمولی سب قسم کے اچھے اعمال کے لیے اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے، سب سے عظیم دعوتِ ہدایت اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، خود نیک عمل کرے، اور کہے کہ میں یقیناً مسلمان ہوں، اور سب سے کم حیثیت والی دعوتِ ہدایت اس شخص کی ہے جو اہل ایمان کے راستے سے اذیت دینے والی چیز دور کرنے کی دعوت دے۔ اور اسی بنا پر دعوت دینے والے، ڈرانے والے فقیہ کا مقام اس قدر بلند ہوا کہ وہ ایک ہزار عبادت گزاروں سے برتر ہے، کیونکہ اس کا فیض قیامت تک آنے والے لوگوں اور زمانوں کے لیے ہے،

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم نوازی سے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ اس کتاب کے تحریر کرنے کے لیے ہماری کوشش بھی اسی زمرے میں شامل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو [ہماری اس دعا پر] آمین کہے۔[1] آمین یا ذا الجلال والإکرام.

ب: اس حدیث شریف پر تعلیق کرتے ہوئے امام ابن قیمؒ رقم طراز ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ اپنی دعوت کے ذریعے ہدایت کا سبب بننے والے کے لیے ہدایت یافتہ شخص کے اجر کے برابر ثواب ہے، اور اپنی دعوت کے ساتھ گمراہی کا سبب بننے والے کے لیے گمراہ ہونے والے کے گناہ کے مانند گناہ ہے، کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک نے لوگوں کی ہدایت یا گم راہی کی غرض سے حتی الامکان کوشش کی، اور [اسی بنا پر] ان کی حیثیت خود اچھا یا برا کام کرنے والے کی مثل ہے، اور یہی شریعت کا اصول ہے، اور اس کو دیگر مقامات پر بیان کیا گیا ہے''۔[2]

ج: اس مقام پر ملا علی قاریؒ نے ایک عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے: ''اس [حدیث] سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت کے لاتعداد اور ان گنت اچھے اعمال کا جتنا ثواب امت کے لیے ہے اتنا ہی ثواب نبی کریم ﷺ کے لیے ہے، اور اسی طرح اولین مہاجرین اور انصار کے لیے ہے، اور یہی بات بعد میں آنے والے لوگوں کے اعتبار سے سلف کے لیے، اور پیروکاروں کے اعتبار سے علمائے مجتہدین کے لیے ہے۔ اور اس سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہر طبقہ کے متاخرین کے مقابلے میں متقدمین کی شان و عظمت کس قدر زیادہ ہوگی''۔[3]

۱۔ شرح الطيبي ۲/ ۶۲۴ - ۶۲۶ ؛ نیز ملاحظہ ہو : تحفة الأحوذي ۷/ ۳۶۴.

۲۔ مفتاح دار السعادة ۱/ ۶۲.

۳۔ مرقاة المفاتيح ۱/ ۳۹۵.

۲: داعی کے لیے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملنے کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو حضرات ائمہ احمد، مسلم، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ دَلَّ عَلَی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فاعِلِهِ''.[۱]

''جس نے خیر کی طرف راہ نمائی کی اس کے لیے عمل کرنے والے کے مثل اجر ہے''۔

حدیث شریف کے متعلق دو باتیں:

اس حدیث شریف سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: نبی کریم ﷺ نے راہ نمائی (دلالۃ) کو کسی خاص قسم یا نوع میں محدود نہیں فرمایا، بلکہ اس کو مطلق چھوڑا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اسی بارے میں فرمایا ہے: ''جو قول، یا فعل، یا اشارے یا تحریر کے ذریعے راہ نمائی کرے''۔[۲]

ب: نبی کریم ﷺ نے [عَلَی خَیْرٍ] [کسی بھلائی کے کام کی طرف] کے الفاظ استعمال فرمائے، اور لفظ [خَیْرٍ] نکرہ استعمال فرمایا، اور یہ لفظ ہر نیک کام کے

۱۔ المسند ۴/۱۲۰، و ۵/۲۷۲. (ط: المكتب الإسلامي)؛ وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره، جزء من رقم الحديث ۱۳۳ (۱۸۹۳)، ۳/۱۵۰۶؛ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الدال على الخير، جزء من رقم الحديث ۵۱۱۸، ۱۴/۲۶؛ وجامع الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء أن الدال على الخير كفاعله، جزء من رقم الحديث ۲۸۰۸، ۷/۳۶۱. الفاظ حدیث المسند اور صحیح مسلم کے ہیں۔

۲۔ مرقاة المفاتيح ۱/۴۶۳.

لیے بولا جاتا ہے، خواہ وہ کام تھوڑا ہو یا زیادہ، معمولی ہو یا عظیم، علم کی صورت میں ہو، یا عمل کی شکل میں۔ ملا علی قاریؒ نے اسی بارے میں قلم بند کیا ہے: ''اجر وثواب والا کوئی بھی علم یا عمل''۔ (۱)

امام نوویؒ نے حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اس میں خیر پر دلالت کرنے، اس کے متعلق تنبیہ کرنے، اور عمل خیر کرنے والے کے ساتھ تعاون کی فضیلت کا بیان ہے، علاوہ ازیں اس میں علم اور عبادات کے اعمال سکھلانے کی فضیلت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ (۲)

ایک سوال اور اس کا جواب:

اس حدیث شریف کے حوالے سے بعض علماء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا خیر کی طرف راہ نمائی کرنے والے کے لیے اتنا ہی اجر وثواب ہے جس قدر کہ عمل کرنے والے کو ملتا ہے؟

اس سوال کے جواب کے متعلق علمائے امت میں اختلاف رائے ہے۔ امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح عمل کرنے والے کے لیے ثواب ہے اسی طرح دلالت خیر کرنے والے کے لیے ثواب ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دونوں کا ثواب برابر ہو۔ (۳)

بعض علمائے امت کی رائے میں دلالت خیر کرنے والے کے لیے عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہے۔ علامہ قرطبیؒ کی یہی رائے ہے۔ انہوں نے تحریر کیا ہے:

۱۔ مرقاۃ المفاتیح ١/٤٦٣ .

۲۔ ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٣/ ٣٩.

۳۔ ملاحظہ ہو: مرجع سابق ١٣/ ٣٩.

''دلالت خیر کرنے والے کا ثواب اسی قدر ہے جس قدر عمل کرنے والے کا ثواب اضافہ کے بعد ہوتا ہے کیونکہ اعمال کا ثواب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے اور وہ جتنا چاہے ثواب عطا فرماتا ہے، خصوصاً جب کہ بندے کی نیت درست ہو، جو کہ تمام اعمال کی اساس اور جڑ ہے، اور عمل نہ کرنا کسی ایسی رکاوٹ کی بنا پر ہو جو بندے کے دائرہ اختیار میں نہ ہو، ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمل نہ کر سکنے والے کو عمل کرنے والے کے برابر یا اس سے بھی زیادہ اجر وثواب دینے میں تعجب کی کوئی بات نہیں''۔(۱)

اور شاید کہ راجح قول -واللہ تعالی أعلم بالصواب- امام قرطبیؒ ہی کا ہے کیونکہ حدیث شریف میں لفظ [مثل] وارد ہوا ہے، اور اس سے فوری طور پر ذہن میں یہی بات آتی ہے کہ دلالت خیر کرنے والے کا ثواب عمل کرنے والے کے مجموعی ثواب کے برابر ہے، اور مجموعی ثواب میں اصل اجر اور اضافہ دونوں ہی شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہی بات رب کریم کے اپنے بندوں کے ساتھ فیاضانہ معاملہ کے مطابق نظر آتی ہے۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب.

۱۹ وفات کے بعد داعی کا ثواب جاری رہنا

دعوتِ دین کے بیش قیمت فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ داعی کا اجر وثواب اس کی موت کے ساتھ منقطع نہیں ہوتا، بلکہ جب تک اس کی دعوت پر عمل ہوتا رہے گا اس کا

۱۔ ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۴/ ۲۶ - ۲۷.

ثواب جاری رہے گا۔

اس بات کے بعض دلائل:

اس بارے میں کتاب وسنت میں متعدد دلائل پائے جاتے ہیں، انہی میں سے آٹھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

۱: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ﴾(۱)

[ترجمہ: اس دن انسان کو اس کے آگے بھیجے ہوئے، اور پیچھے چھوڑے ہوئے [اعمال] سے آگاہ کیا جائے گا]

آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اس نے جو اعمال خود کیے، اور جو طریقہ یا دستور اچھا یا برا، اس نے اپنے پیچھے چھوڑا، اور اس کے مطابق لوگوں نے عمل کیا۔ امام بغویؒ نے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: "بِمَا قَدَّمَ قَبْلَ الْمَوْتِ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ وَسَيِّءٍ، وَمَا أَخَّرَ بَعْدَ مَوْتِهِ مِنْ سُنَّةٍ حَسَنَةٍ أَوْ سَيِّئَةٍ يُعْمَلُ بِهَا".(۲)

"اس نے موت سے پہلے جو نیکی یا بدی کی، اور موت کے بعد اس نے جو اچھا یا برا طریقہ چھوڑا، جس پر عمل کیا گیا"۔

۲: اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴾(۳)

[ترجمہ: ہر شخص اپنے آگے بھیجے ہوئے، اور پیچھے چھوڑے ہوئے [اعمال]

۱۔ سورة القيامة / الآية ۱۳.

۲۔ تفسير البغوي ٤ /٤٢٢ ؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح السنة ١ /٢٣٢ ؛ وزاد المسير ٨ /٤٢٠ ؛ وتفسير القرطبي ١٩ /٩٨ - ٩٩ ؛ وفتح القدير ٤ /٤٧٧.

۳۔ سورة الانفطار / الآية ٥.

کو معلوم کر لے گا]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بیان کیا:

''مَا قَدَّمَتْ مِنْ خَيْرٍ ، وَمَا أَخَّرَتْ مِنْ سُنَّةٍ اِسْتَنَّ بِهَا بَعْدَهُ ، فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ ، أَوْ سَيِّئَةٍ ، فَعَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا''.[1]

''جو نیک عمل اس نے خود کیا، اور جو اچھا طریقہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا، اور اس کے مطابق عمل کیا گیا، تو عمل کرنے والے کے مثل اس کے لیے ثواب ہے، اور اس کے چھوڑے ہوئے برے طریقے کے مطابق جس نے غلط کام کیا، اسی کے بقدر اس کے ذمے گناہ ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہم نے آیت شریفہ کی تفسیر میں بیان کیا: ''مَا قَدَّمَتْ فِي حَيَاتِهَا ، وَمَا أَخَّرَتْ مِمَّا سَنَّتْهُ ، فَعُمِلَ بِهِ بَعْدَ مَوْتِهَا''.[2]

''اس نے اپنی زندگی میں جو اعمال کیے، اور جو طریقے اپنے بعد چھوڑے، اور ان کے موافق اس کے مرنے کے بعد عمل کیا گیا''۔

۳: امام مسلمؒ نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ، كُتِبَ لَهُ مثلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا ، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ . وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً ، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ، كُتِبَ

۱۔ شرح السنة ، كتاب العلم باب ثواب من دعا إلى هدى أو أحيا سنة ، وإثم من اتبع بدعة أو دعا إليها ، ۱/ ۲۳۲.

۲۔ المحرر الوجيز / ۲٤٦.

عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا ، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ'' .[1]

''جس شخص نے اسلام میں پسندیدہ کام کیا، اور اس کے بعد اس کے مطابق عمل کیا گیا، تو اس کے لیے عمل کرنے والے کے اجر کے مانند ثواب تحریر کیا جائے گا، اور [اس کو ثواب دیے جانے کی وجہ سے] ان [عمل کرنے والوں] کے اجر میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں بُرا کام شروع کیا، اور اس کے بعد اس کے موافق عمل کیا گیا، تو اس پر اس کے بعد عمل کرنے والوں کے گناہ کے بقدر گناہ لکھا جائے گا اور ان [گناہ کرنے والوں] کے بوجھ میں کچھ تخفیف نہ ہوگی''۔

امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے: آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی: ﴿مَنْ سَنَّ ...... ﴾ اور ایک دوسری حدیث: ﴿من دعا إلى هدى ...... ومن دعا إلى ضلالة ﴾ یہ دونوں حدیثیں واضح طور پر نیک کام شروع کرنے کی ترغیب اور بُرے کام شروع کرنے کی حرمت پر دلالت کناں ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ جس نے اچھا کام شروع کیا تو قیامت تک اس کے مطابق عمل کرنے والوں کے اجر کے مثل اس کے لیے ثواب ہوگا، اور جس کسی نے بُرا کام شروع کیا تو قیامت تک اس غلط کام کرنے والوں کے گناہ کے بقدر اس پر بوجھ ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے دعوتِ ہدایت دی تو اس کے لیے دعوت کو قبول کرنے والوں کے اجر کے برابر ثواب ہوگا، اور جس کسی نے گم راہی کی طرف بلایا تو اس کے لیے اس کی بات پر عمل کرنے والوں کے گناہوں کے بقدر بوجھ ہوگا، ہدایت اور گم راہی کی بات خواہ اس نے خود شروع کی ہو یا اس سے پہلے بھی کسی نے اس کے مطابق عمل کیا ہو (ہر دو

[1] صحيح مسلم ، كتاب العلم ، باب من سنَّ سنة حسنة أو سيئة ، ومن دعا إلى هدى أو ضلالة ، جزء من رقم الحديث ١٥ (١٠١٧) ، ٤/ ٢٠٥٩ - ٢٠٦٠.

صورت میں وہ عمل کرنے والوں کے ثواب یا گناہ کے برابر اجر یا بوجھ اٹھائے گا)۔ اور یہ اچھا یا بُرا کام علم، عبادت، ادب یا کسی بھی معاملے کے سکھلانے کے متعلق ہو۔ (۱)

۴: امام طبرانیؒ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا مَا عُمِلَ بِهَا فِي حَيَاتِهِ ، وَبَعْدَ مَمَاتِهِ حَتّٰى تُتْرَكَ". (۲)

"جس نے اچھا کام شروع کیا، جب تک اس کے موافق اس کی زندگی اور مرنے کے بعد عمل ہوگا اس کے لیے اجر وثواب کا سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ اس کام کو چھوڑ دیا جائے"۔

۵: امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ". (۳)

"جب انسان مرجاتا ہے تو تین صورتوں کے سوا اس کا سلسلۂ عمل منقطع ہو جاتا ہے: صدقہ جاریہ سے، یا ایسے علم سے جس کا فیض جاری ہو، یا اس کے لیے دعا کرنے والا نیک بچہ"۔

۱۔ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۶/۲۲۶-۲۲۷.

۲۔ منقول از مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، کتاب العلم ، باب فیمن سنّ خیراً أو غیرہ أو دعا إلی ھدی ، ۱/۱۶۷ . حافظ ہیثمیؒ نے اس حدیث کے بارے میں قلم بند کیا ہے: طبرانی نے اس کو [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے روایت کرنے والے [ثقہ] ہیں"۔ (المرجع السابق ۱/۱۶۷).

۳۔ صحیح مسلم ، کتاب الوصیة ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ، رقم الحدیث ۱۴ (۱۶۳۱) ، ۳/۱۲۵۵.

امام نوویؒ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''علماء نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ مرنے والے شخص کا عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے، اور ان تین باتوں کے علاوہ نئے ثواب کا میسر آنا ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ان تینوں باتوں کا سبب وہ شخص خود ہی تھا، بچہ اس کی کمائی سے ہے، اسی طرح تعلیم وتصنیف کی شکل میں چھوڑا ہوا علم، اور صدقہ جاریہ، اور وہ وقف ہے''۔[1]

امام طیبیؒ نے شرح حدیث میں قلم بند کیا ہے: ''ان تین چیزوں کے علاوہ اس سے عمل ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کے سوا دیگر سب اعمال نماز، زکاۃ اور حج کا سلسلۂ ثواب منقطع ہو جاتا ہے، لیکن ان چیزوں کے ذریعے ملنے والا اجر ختم نہیں ہوتا۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے اعمال کا اجر تحریر نہیں کیا جاتا، کیونکہ ثواب تو عمل کی جزا ہے، اور عمل موت سے ختم ہو جاتا ہے، البتہ اس عمل کا ثواب جاری رہتا ہے جس کی خیر دائمی ہو، نفع مستمر ہو، جیسا کہ زمین کا وقف کرنا، کتاب کی تالیف کرنا، کسی مسئلہ کو سمجھانا کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے، یا صالح بچے کا ہونا، ان میں سے ہر ایک چیز کا ثواب موت کے بعد بھی اس کو حاصل ہوتا رہتا ہے''۔[2]

فوائد حدیث قلم بند کرتے ہوئے امام نوویؒ نے فرمایا ہے: اس میں علم کی فضیلت کا بیان، اور اس سے بہت زیادہ حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔ علاوہ ازیں اس بات کی بھی ترغیب ہے کہ انسان تعلیم وتصنیف اور بیان کی شکل میں اپنے پیچھے علم چھوڑ جائے، اور زیادہ سے زیادہ نفع اور فائدے والے علوم کا چناؤ کرے''۔[3]

۱۔ شرح النووي ۱۱/۸۵.

۲۔ شرح الطیبي ۲/۶۶۳.

۳۔ شرح النووي ۱۱/۸۵.

۶: امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خَيْرُ مَا يُخَلِّفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ : وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهُ ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا ، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ''. (۱)

''آدمی اپنے بعد جن چیزوں کو چھوڑتا ہے ان میں بہترین چیزیں تین ہیں: صالح بچہ کہ اس کے لیے دعا کرے، صدقہ جاریہ کہ اس کا اجر اس کو پہنچتا رہے، اور علم کہ اس کے مطابق اس کے بعد عمل کیا جائے''۔

۷: حضرات ائمہ ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ : عِلْماً نَشَرَهُ ، وَوَلَداً صَالِحاً تَرَكَهُ ، أَوْ مُصْحَفاً وَرَّثَهُ ، أَوْ مَسْجِداً بَنَاهُ ، أَوْ بَيْتاً لِابْنِ السَّبِيْلِ، أَوْ نَهْراً أَجْرَاهُ ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ ، تَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ''. (۲)

۱۔ سنن ابن ماجه ، المقدمة ، فضل العلماء والحث على طلب العلم ، رقم الحديث ۲۱۲ ، ۱/۴۳. حافظ منذریؒ نے اس حدیث کی اسناد کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغيب والترهيب ۱/۱۱۸)؛ اور شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو : صحيح سنن ابن ماجه ۱/۴۶ ؛ وصحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۰۸)۔

۲۔ ملاحظہ ہو: المرجع سابق ۲۱۴ ، ۱/۴۴. حافظ منذریؒ نے اس حدیث کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ ابن ماجہ نے اس کو [اسناد حسن] کے ساتھ روایت کیا ہے اور بیہقی اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی کتاب [الصحیح] میں کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو : الترغيب والترهيب ۱/۱۱۸)۔ شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو : صحيح سنن ابن ماجه ۱/۴۶ ؛ وصحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۲۱)۔

''یقیناً مومن کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں [کے اجر وثواب] میں سے جو چیز اس کو ملتی ہے [وہ] علم ہے جو اس نے پھیلایا، اور نیک بچہ ہے جو اس نے چھوڑا، یا مصحف [قرآن کریم کا نسخہ] ہے کہ اس نے کسی کے لیے ورثہ میں چھوڑا، یا مسجد ہے کہ اس نے بنائی، یا راہ گزر کے لیے مسافر خانہ ہے، یا نہر ہے کہ اس نے جاری کی، یا صدقہ ہے کہ اس نے اپنی صحت اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا، اس کا ثواب اس کو مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے''۔

۸: حضرات ائمہ احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''أَرْبَعَةٌ تُجْرَى عَلَيْهِمْ أُجُورُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ : رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطاً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْماً فَأَجْرُهُ يُجْرَى عَلَيْهِ مَا عُمِلَ بِهِ ، وَرَجُلٌ أَجْرَى صَدَقَةً فَأَجْرُهَا لَهُ مَا جَرَتْ عَلَيْهِ ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَداً صَالِحاً يَدْعُوْ لَهُ''.(۱)

''مرنے کے بعد چار (قسم کے) اشخاص کا اجر جاری رہتا ہے: (ایک) وہ بندہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقام جہاد میں قیام کرتے ہوئے فوت ہو جائے، (دوسرا) وہ آدمی کہ اس نے علم سکھلایا کہ جب تک اس کے مطابق عمل ہوا اس کا اجر جاری رہتا ہے، (تیسرا) وہ شخص کہ اس نے صدقہ کیا، جب تک صدقہ [کا فیض] جاری ہے اس کا اجر جاری رہے گا، (چوتھا) وہ آدمی کہ اس نے نیک بچہ چھوڑا جو اس کے لیے دعا کرتا ہے''۔

۱۔ المسند ۵/۲۶۹ (ط: المكتب الإسلامي)؛ حافظ منذریؒ نے اس حدیث کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس کو امام احمدؒ بزارؒ اور طبرانی نے [المعجم] الکبیر اور الأوسط میں روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغيب والترهيب ۱/۱۱۹)۔ شیخ البانیؒ نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۲۱)۔

مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ جن اعمال کا اجر وثواب بندے کے لیے مرنے کے بعد جاری رہتا ہے ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان کوئی نیک عمل کرے جس کی اقتدا کرتے ہوئے دوسرے لوگ بعد میں وہ عمل کریں، اسی طرح وہ لوگوں کو علم سکھلا دے جس کے مطابق وہ اس کے مرنے کے بعد عمل کریں۔

امام ابن قیمؒ کی تحریر:

امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے: ''إِنَّ الْعَالِمَ إِذَا زَرَعَ عِلْمَهُ عِنْدَ غَيْرِهِ، ثُمَّ مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ أَجْرُهُ، وَبَقِيَ لَهُ ذِكْرُهُ، وَهُوَ عُمْرٌ ثَانٍ، وَحَيَاةٌ أُخْرَى، وَذٰلِكَ أَحَقُّ مَا تَنَافَسَ فِيهِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَرَغِبَ فِيهِ الرَّاغِبُوْنَ''.[1]

''جب عالم کسی دوسرے شخص میں علم کا بیج بوتا ہے، اور پھر فوت ہو جاتا ہے تو اس کا اجر جاری ہو جاتا ہے، اس کا تذکرہ باقی رہتا ہے، اور یہ دوسری عمر اور نئی زندگی ہے، اور یہی [مقام ومرتبہ] اس قابل ہے کہ باہمی مقابلہ ومنافست کرنے والے اس کے حصول میں دوڑ لگائیں، اور رغبت کرنے والے رغبت کریں''۔

اے مولائے کریم ہم ناکاروں اور ہماری اولادوں کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس شرف عظیم سے محروم نہ رکھنا۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

امام سیوطیؒ کے اشعار:

امام سیوطیؒ نے ان خصلتوں کا اشعار کی صورت میں

۱۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادۃ ۱/۱۴۸.

ذکر کیا ہے جن کا اجر وثواب بندے کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اور انہی خصلتوں میں سے ان علوم کو بھی شمار کیا ہے جن کی نشر واشاعت کوئی شخص اپنی زندگی میں کرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مِنْ فِعَالٍ غَيْرِ عَشْرٍ
عُلُوْمٌ بَثَّهَا وَدُعَاءُ نَجْلٍ وَغَرْسُ نَخْلٍ وَالصَّدَقَاتُ تَجْرِي
وِوِرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ وَحَفْرُ الْبِئْرِ أَوْ إِجْرَاءُ نَهْرٍ
وَبَيْتٌ لِلْغَرِيْبِ بَنَاهُ يَأْوِيْ إِلَيْهِ أَوْ بَنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ
وَتَعْلِيْمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيْمٍ فَخُذْهَا مِنْ أَحَادِيْثَ بِحَصْرٍ". [1]

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو دس اعمال کے علاوہ دیگر اعمال کا اجر وثواب جاری نہیں رہتا۔

[وہ دس اعمال یہ ہیں] علوم کہ اس نے ان کی اشاعت کی، بیٹے کی دعا، کھجور کے درخت کا اگانا، اور صدقات جاری رہتے ہیں، مصحف کا کسی کو وارث بنانا، اسلامی سرحدوں کی چوکیداری کرنا، کنواں کھودنا، اور نہر کا جاری کرنا۔ پردیسی کے لئے گھر بنانا کہ وہ اس میں پناہ لے یا ذکر (الٰہی) کے لیے جگہ تعمیر کرنا، قرآن کریم کی تعلیم دینا، احادیث شریفہ سے (ثابت شدہ) ان باتوں کو شمار کر کے مضبوطی سے تھام لو۔

❁❁❁❁❁❁

ا۔ منقول از بلوغ الأمانی من أسرار الفتح الربانی ۹/۲۰۶.

دعوت إلی اللہ تعالیٰ کے مقام و رتبہ کو نمایاں کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ مالک الملک نے نیکی کا حکم دینے والے کو اجر عظیم دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس بات کی دلیل:

مولائے کریم نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۱)

[ترجمہ: ان کے اکثر مشورے بے خیر ہیں، ہاں اس کے مشورے میں خیر ہے جو صدقہ کرنے، نیک کام کرنے یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے]

آیت کریمہ کی تفسیر:

امام طبریؒ اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: "﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِنْ نَجْوٰهُمْ﴾ تمام لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ﴿إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ﴾ [مگر جو شخص صدقہ یا بھلائی کا حکم دے] اور معروف (۲)

۱۔ سورة النساء / الآية ۱۱٤.
۲۔ (المعروف) کی مزید تعریفات کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب "فضل الدعوة إلى الله تعالى" ص ۸٤.

سے مراد ہر وہ نیکی یا بھلائی کی بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا اس کی ترغیب دی ہے ﴿أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ [یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے] اس سے مراد متضاد خیالات رکھنے والے یا جھگڑا کرنے والوں کے درمیان ایسے انداز میں صلح کروانا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، تاکہ وہ باہمی الفت کے ساتھ اس بات پر متفق ہو جائیں جس پر جمع ہو جانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور حکم دیا ہے''۔[1]

آمر بالمعروف کے لیے [اجر عظیم]:

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ صدقہ، بھلائی اور لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دینے والے کے اجر کو اللہ تعالیٰ نے [اجر عظیم] قرار دیا ہے، اور جس چیز کو اللہ مالک الملک [عظیم] قرار دے تو پھر اس کی عظمت و رفعت کا احاطہ اس کے سوا کون کر سکتا ہے؟

اس نکتہ کے متعلق بعض مفسرین کرام کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام طبریؒ نے تحریر کیا ہے: ﴿فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْمًا﴾ جس نے یہ کام کیا ہم اس کو اجر عظیم عطا کریں گے، اور جس کو اللہ تعالیٰ [عظیم] کہے وہ لامحدود ہوتا ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[2]

ب: اس بارے میں علامہ خازنؒ رقم طراز ہیں: ﴿أَجْراً عَظِيْماً﴾: وہ غیر محدود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام [عظیم] رکھا ہے، اور جب صورت حال یہ ہے تو

۱۔ تفسير الطبري ۹/۲۰۱ - ۲۰۲.

۲۔ ملاحظه هو: مرجع سابق ۹/۲۰۲.

اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی حقیقت سے بھی کوئی آگاہ نہیں۔[۱]

ج: قاضی ابوسعودؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: اس اجر کا وصف بیان کرنا مخلوق کے بس میں نہیں۔[۲]

د: علامہ الوسیؒ نے لکھا ہے: مخلوق کا بیان اس اجر کے احاطہ سے عاجز ہے۔[۳]

اللہ أکبر! صدقہ، نیکی، اور لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دینے والے کا اجر وثواب کس قدر بلند وبالا اور عظیم القدر ہے! رب ذوالجلال ہمیں ایسے سعادت مند لوگوں میں شامل فرمائے جن کے لیے اس عظیم وعدے کا ذکر کیا گیا ہے۔ آمین یا حي یا قیوم .

❋❋❋❋❋❋

دعوت إلی اللہ تعالیٰ کی قدر ومنزلت کو واضح کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ مسجد نبوی میں خیر سیکھنے سکھلانے کے لیے آنے والے کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی خاطر نکلنے والے کی طرح ہے۔

اس کے متعلق تین روایات:

ا: حضرات ائمہ احمد، ابن ماجہ، ابن حبان، ابو

ا۔ ملاحظہ ہو: تفسیر الخازن ۱/۵۹۷.

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۲/۲۳۲.

۳۔ ملاحظہ ہو: تفسیر روح المعاني ۵/۱٤۵.

یعلی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''مَنْ دَخَلَ مَسْجِدَنَا هٰذَا لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، وَمَنْ دَخَلَهُ لِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ كَالنَّاظِرِ مَا لَيْسَ لَهُ''.(۱)

''جو شخص ہماری اس مسجد میں خیر سیکھنے سکھلانے کے لیے داخل ہوا وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے، اور جو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے آیا وہ اس شخص کی مانند ہے جو اس چیز کو دیکھ رہا ہے جو اس کی نہیں''۔

صحیح ابن حبان میں عنوان حدیث:

امام ابن حبانؒ نے اس حدیث پر

درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ التَّسْوِيَةِ بَيْنَ طَالِبِ الْعِلْمِ وَمُعَلِّمِهِ وَبَيْنَ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ](۲)

۱۔ المسند ، رقم الحديث ۸۵۸۷ ، ۱٦ / ۲٤۸ ؛ وسنن ابن ماجه ، المقدمة ، الانتقاع بالعلم والعمل به ، رقم الحديث ۲٤۰ ، ۱/ ٤۸ ؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب العلم ، رقم الحديث ۸۷ ، ۱/ ۲۸۷ - ۲۸۸ ؛ ومسند أبي يعلى الموصلي ، مسند أبي هريرة رضي الله عنه ، ٦۳۲ (٦٤۷۲) ۱۱/ ۳٥۹ ؛ والمستدرك على الصحيحين ، كتاب العلم ، ۱/ ۹۱.

الفاظ حدیث مسند أبي يعلى اور المستدرك کے ہیں۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیحین کی شرط پر [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو : مرجع سابق ۱/ ۹۱)، اور حافظ ذہبیؒ نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو : التلخيص ۱/ ۹۱). شیخ شعیب ارنؤوط نے صحیح ابن حبان کی اسناد کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو : هامش الإحسان ۱/ ۲۸۸).

۲۔ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان ، كتاب العلم ، ۱/ ۲۸۷.

[علم سیکھنے سکھلانے اور مجاہد فی سبیل اللہ کے درمیان برابری کا ذکر]

دونوں میں برابری کا سبب:

ملا علی قاریؒ نے دونوں میں برابری کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''کیونکہ دونوں کا ارادہ کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی ہے، یا علم اور جہاد دونوں میں سے ہر ایک کبھی فرض عین اور کبھی فرض کفایہ ہوتا ہے، یا دونوں میں سے ہر ایک ایسی عبادت ہے جس کا نفع عام مسلمانوں کے لیے ہے''۔(۱)

۲: امام طبرانیؒ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ یقیناً نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِيْ هٰذَا لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا ، أَوْ لِيُعَلِّمَهُ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . وَمَنْ دَخَلَهُ لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَحَادِيْثِ النَّاسِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ يَرَى مَا يُعْجِبُهُ ، وَهُوَ شَيْءُ غَيْرِهِ''.(۲)

''میری اس مسجد میں خیر سیکھنے سکھلانے کے لیے داخل ہونے والے کا رتبہ مجاہد فی سبیل اللہ کے درجہ کی مانند ہے، اور جو اس کی بجائے لوگوں کی باتیں سننے کی خاطر آیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو خوش منظر چیز کو دیکھتا ہے، لیکن وہ کسی اور کی ملکیت ہے''۔

۳: سابقہ دونوں حدیثوں میں بیان کردہ بات کی تائید حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس کو امام مالکؒ نے ان کے آزاد

۱۔ مرقاۃ المفاتیح ۲/۴۴۸۔

۲۔ المعجم الکبیر ، رقم الحدیث ۵۹۱۱ ، ۶/۱۷۵ . حافظ ہیثمیؒ نے اس کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''طبرانی نے اس کو [الکبیر] میں روایت کیا۔ اس [کی اسناد] میں یعقوب بن حمید بن کاسب ہیں بخاری اور ابن حبان نے انہیں [ثقہ] قرار دیا ہے، نسائی وغیرہ نے انہیں [ضعیف] قرار دیا ہے، ان کے ضعیف قرار دینے کی اساس صرف یہ ہے کہ ان پر حد قائم کی گئی تھی اور ان کا [اپنے استاذ سے] سماع صحیح ہے''۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۲۳)۔

کردہ غلام سمیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ حضرت ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے:

''مَنْ غَدَا أَوْ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ ، لَا يُرِيْدُ غَيْرَه ، لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ لِيُعَلِّمَهُ ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ ، كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، رَجَعَ غَانِماً''. (۱)

''جو مسجد کی طرف دن کے پہلے پہر یا پچھلے پہر جائے، اور اس کا مقصد صرف مسجد جا کر خیر سیکھنے یا سکھلانے کا ہو، پھر اپنے گھر پلٹے، تو وہ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے جو غنیمت کے ساتھ واپس پلٹے''۔

حضرت ابوبکرؒ کے اس قول پر تعلیق کرتے ہوئے حافظ ابن عبدالبرؒ نے تحریر کیا ہے: ''یہ بات معلوم ہے کہ ایسی بات کا ادراک رائے اور اجتہاد سے نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے غیبی حکم اور ثواب کے بارے میں قطعی بات بیان کی گئی ہے (۲) اسی بارے میں نبی کریم ﷺ کی حضرت سہل بن سعد (۳) رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے''۔ (۴)

اللہ اکبر! خیر سیکھنے سکھلانے کی خاطر مسجد میں آنے والے کا مقام و مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے! اے ہمارے رب! ہم ناکاروں کو بھی ایسے ہی سعادت مند لوگوں میں

۱۔ (ابوبکر): وہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم قرشی مدنی ہیں۔ مشہور فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔ (ملاحظہ ہو: تهذيب التهذيب ۱۲/۱۳۰).

۲۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کا مقصود یہ ہے کہ ان کے اس قول کے پس منظر میں نبی کریم ﷺ کی حدیث ہوگی۔

۳۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نمبر ۲ میں ذکر کی جا چکی ہے۔

۴۔ منقول از: تنوير الحوالك شرح على موطا مالك ۱/۱۷۵ .

شامل فرما۔ آمین یا حي یا قیوم .

❁❁❁❁❁❁

۲۲

دعوت کی خاطر دین سیکھنے اور جہاد کیلئے نکلنے کا ہم پلہ ہونا

دعوتِ دین کی عظمت کو اجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ڈرانے کی غرض سے دین سیکھنے کے لیے نکلنے کو جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر جانے کے مقابل ذکر فرمایا ہے۔

اس کی دلیل:

یہ بات درج ذیل آیت کریمہ سے معلوم ہوتی ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾[1]

[ترجمہ: اور ایسے تو نہیں کہ سارے مسلمان نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے، تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، اور واپس آنے پر اپنی قوم کو ڈرائیں، شاید کہ وہ ڈر جائیں]

۱۔ سورة التوبة /الآیة ۱۲۲.

آیت کریمہ سے استدلال:

بہت سے متقدمین اور متاخرین مفسرین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ ذیل میں بعض مفسرین کے اقوال پیش کیے جارہے ہیں:

ا: علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''غزوۂ تبوک اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں شدید آیات کریمہ نازل ہونے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کسی لشکر کو روانہ فرماتے، تو سارے اہل ایمان جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوتے، وحی کی سماعت اور دین کے سیکھنے کا سلسلہ منقطع ہو جاتا۔ اس موقع پر انہیں حکم دیا گیا کہ ان میں سے ہر جماعت میں سے ایک گروہ جہاد کے لیے روانہ ہو، اور باقی لوگ دین سیکھنے کے لیے رک جائیں تاکہ [تفقہ فی الدین] سے، جو کہ جہاد اکبر ہے، ان کا تعلق کٹ نہ جائے، کیونکہ دلیل کے ساتھ مجادلہ[1] کرنا تلوار کے ساتھ کاٹنے سے زیادہ موثر ہے''۔[2]

علامہ زمخشری نے ﴿وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے: ''تاکہ وہ اپنے دین سیکھنے کی غرض وغایت: اپنی قوم کو ڈرانا، ان کی راہ نمائی کرنا اور انہیں نصیحت کرنا ٹھہرائیں''۔[3]

ب: علامہ ابن حیان اندلسیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''ہر بڑی جماعت کے لوگوں میں سے تھوڑے لوگ جہاد کے لیے نکل کر باقی لوگوں کی طرف سے کفایت کیوں نہیں کرتے۔ ہر گروہ [اسلامی] مفاد ومصلحت کی پاس داری کرے، ایک گروہ

۱۔ مجادلہ کرنا: جھگڑا کرنا۔
۲۔ الکشاف ۲/۲۲۱۔
۳۔ المرجع السابق ۲/۲۲۱۔

ملک کی حفاظت کرے اور دشمنوں سے جنگ کرے، اور دوسری جماعت علم حاصل کرے اور واپس آنے کے بعد اقامت گزیں لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

اور سابقہ آیت کے ساتھ اس آیت کا تعلق یہ ہے کہ دونوں طرح کا نکلنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور احیائے دین کے لیے ہے، ایک علم کے ذریعے اور دوسرا جہاد کے ساتھ''۔(۱)

ج: امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تفقہ فی الدین اور واپس آنے کے بعد اپنی قوم کو ڈرانے کی ترغیب دی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دین کو سیکھیں اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیں۔

آیت کے معنی کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب اہل ایمان کا تفقہ اور حصول علم کے لیے نکلنا درست نہیں، بلکہ انہیں چاہیے کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ اس مقصد کے لیے جائے، اور دین کو سیکھنے کے بعد واپس آ کر مقیم لوگوں کو سکھلائے۔ اس رائے کے مطابق آیت کریمہ میں نکلنے سے مراد علم دین سیکھنے کے لیے جانا ہوگا۔

علماء کے ایک دوسرے گروہ کی رائے میں معنی یہ ہے کہ سارے مومن لوگ جہاد کے لیے نہ نکل جائیں، بلکہ ایک گروہ جہاد کے لیے روانہ ہو، اور ایک گروہ دین سیکھنے کے لیے رکا رہے، جب جہاد کے لیے جانے والا گروہ واپس آئے تو علم دین کے حصول کی خاطر بیٹھنے والی جماعت انہیں دین اور حلال وحرام کے بارے میں نازل شدہ باتیں سمجھا دے۔ اور یہ رائے اکثر علماء کی ہے۔ اور اس قول کے مطابق نکلنے سے

۱۔ البحر المحیط ۵/۱۱۶۔

مراد اس کا اصلی معنی یعنی جہاد کے لیے نکلنا ہوگا۔

دونوں آراء کے مطابق [آیت شریفہ] میں دین کے سمجھنے، سیکھنے اور سکھلانے کی ترغیب ہے، اور یہ کام جہاد کے رتبہ کا ہے، بلکہ بسا اوقات اس سے بھی افضل ہوتا ہے۔[۱]

د: شیخ سید محمد رشید رضاؒ نے تحریر کیا ہے: آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم کو عام کرنا، دین کو سمجھنا، اقامت کی جگہوں میں تعلیم دین کے لیے مستعد ہونا، لوگوں کو ایسے انداز میں دین سکھلانا کہ ان کی حالت سدھر جائے، اور وہ دوسروں کے لیے راہ نمائی کرنے والے بن جائیں، [یہ سب باتیں] فرض ہیں، آیت شریفہ اس بات پر بھی دلالت کناں ہے کہ اس نیت کے ساتھ علم دین میں مہارت حاصل کرنے والے، کلمۃ اللہ کی سربلندی اور ملت وامت کے دفاع کی خاطر جان ومال سے جہاد کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام ومرتبہ میں کم نہیں، بلکہ جہاد کے فرض عین نہ ہونے کے وقت ان سے اعلیٰ اور افضل ہیں، اور اس کے متعلق دلائل بہت زیادہ ہیں۔[۲]

ہ: ہمارے استاد شیخ عطیہ بن محمد بن سالمؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے جہاد اور طلب علم میں سے ہر ایک کے لیے نکلنے کو [نفر] کا نام دیا ہے، اور اپنی راہ میں نکلنے والے مجاہدین اور طلب علم اور تفقہ فی الدین کی خاطر نکلنے والے لوگوں کو جو واپس آ کر اپنی قوم کو ڈراتے ہیں، [ان دونوں گروہوں کو] ایک دوسرے کے مقابلے میں ذکر فرمایا ہے۔

فخر رازیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:

۱۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ۱/ ۵٦.

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر المنار ۱۱/ ۷۸.

''أَفْضَلُ الْجِهَادِ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ''.(۱)

''بہترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے''۔

انہوں [فخر رازیؒ] نے اس کے بعد ایک دوسرے مقام پر تحریر کیا ہے:

چوتھا مسئلہ: آیت کریمہ [یعنی: وما كان المؤمنون لينفروا كافة] اس بات کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے کہ تفقہ اور تعلیم کا مقصود مخلوق کو دعوت حق دینا، اور دین قویم اور صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرنا ہونا چاہیے''۔

اور حدیث میں ہے: ''مَنْ رَاحَ إِلَى مَسْجِدِيْ هٰذَا لِعِلْمٍ يُعَلِّمُهُ أَوْ يَتَعَلَّمُهُ كَانَ كَمَنْ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ''.(۲)

''جو میری مسجد کی طرف علم سیکھنے سکھلانے کے لیے گیا وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے جانے والے کی مانند ہے''۔

اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ دعوت کی اہمیت وضرورت بالکل جہاد کی اہمیت وضرورت کے مثل ہے۔(۳)

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ علمائے امت کے مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تفقہ فی الدین، اور اس کا سیکھنا سکھلانا جہاد کے مثل ہے، بلکہ علامہ زمخشری نے اس کو [جہاد اکبر] کا نام دیا ہے، اور امام ابن قیمؒ اور شیخ سید محمد رشید رضاؒ نے اس کو جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔(۴)

❁❁❁❁❁❁

۱۔ ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۱۶ /۲۲۸.

۲۔ اس حدیث کی تخریج ملاحظہ ہو: کتاب ہذا کے ص ۱۲۸ - ۱۳۰ پر۔

۳۔ ضرورة الدعوة إلى الله تعالى وأثرها ص ۳۱.

۴۔ اس بات کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کے مقام ومرتبہ کو نمایاں کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کو [جہاد] کا نام دیا ہے۔

اس بات کے دو دلائل:

ا: ارشاد رب العالمین ہے: ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾(1)

[ترجمہ: پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں، اور اس [قرآن] کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں]

آیت کریمہ سے استدلال:

یہ آیت سورۃ الفرقان کی ہے، جو مکی سورتوں میں سے ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو شدید جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ تب تو تلوار کے ساتھ جہاد کی اجازت ہی نہ تھی، اس جہاد سے مراد۔ واللہ تعالی أعلم بالصواب۔ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ قرآن کریم کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ ان پر قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جائے، شاید کہ وہ ان آیات سے متاثر ہو کر بدی کی راہ چھوڑ کر نیکی کی راہ اختیار کر لیں۔ علمائے امت نے

(1) سورة الفرقان / الآية ٥٢.

اس بات کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک مفسرین کرام کے اقوال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

(و جاهدهم به) بِالْقُرْآنِ''.

''یعنی ان کے ساتھ قرآن کریم کے ساتھ جہاد کرو''۔[1]

ب: امام بغویؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: (وَجَاهِدْهُمْ بِهِ) أَيْ بِالْقُرْآنِ (جِهَادًا كَبِيْرًا) شَدِيْدًا ''.[2]

''یعنی ان کے ساتھ قرآن کریم کے ساتھ شدید جہاد کرو''۔

ج: حافظ ابن جوزیؒ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: (وَجَاهِدْهُمْ بِهِ) أَيْ بِالْقُرْآنِ (جِهَادًا كَبِيْرًا) أَيْ تَامًا شَدِيْدًا''.[3]

''یعنی ان کے ساتھ قرآن کریم کے ساتھ پورا اور سخت جہاد کرو''۔

د: علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(آیت کی تفسیر میں) کہا گیا ہے کہ: تلوار کے ساتھ (جہاد کرو) لیکن یہ [معنی] بعید ہے کیونکہ سورت مکی ہے اور جہاد کے حکم سے پہلے نازل ہوئی۔

(جِهَادًا كَبِيْرًا) ایسا جہاد کہ اس میں سستی و کوتاہی نہ ہو''۔[4]

ہ: قاضی ابو سعودؒ نے لکھا ہے: ''(وَجَاهِدْهُمْ بِهِ) أَيْ بِالْقُرْآنِ، أَيْ بِتِلَاوَةِ مَا

ا۔ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ۱۳/ ۵۸؛ وتفسير ابن كثير ۳/ ۳۵۴.

۲۔ تفسير البغوي ۳/ ۳۷۳.

۳۔ زاد المسير ۶/ ۹۵.

۴۔ تفسير القرطبي ۱۳/ ۵۸.

فِي تَضَاعِيْفِهِ مِنَ الْقَوَارِعِ ، وَالزَّوَاجِرِ ، وَالْمَوَاعِظِ ، وَتَذْكِيْرِ أَحْوَالِ الْأُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ". (۱)

"یعنی قرآن کریم کے ساتھ ان سے جہاد کیجئے ،قرآن کریم کی وعیدوں، ڈانٹ ڈپٹ، مواعظ اور گزشتہ جھٹلانے والی امتوں کے حالات کے تذکرہ پر مشتمل آیات کی تلاوت کے ساتھ"۔

۲: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ يَـٰأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (۲)

[ترجمہ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سخت ہو جاؤ، ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بدترین جگہ ہے]

آیت کریمہ سے استدلال:

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے اپنے رسول کریم ﷺ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے۔ کافروں کے خلاف جہاد تو تلوار اور نیزہ کے ساتھ تھا، لیکن منافقوں کے خلاف جہاد حجت و برہان سے تھا۔ متقدمین اور متأخرین میں سے بہت سے علمائے امت نے آیت کریمہ کی تفسیر میں اس بات کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں مولائے کریم کی توفیق سے چند ایک کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

۱: امام طبریؒ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل

۱۔ تفسیر أبي السعود ٦/٢٢٥ .

۲۔ سورة التوبة / الآية ٧٣ ؛ وسورة التحريم / الآية ٩ .

کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''فَأَمَرَهُ اللّٰهُ بِجِهَادِ الْكُفَّارِ بِالسَّيْفِ ، وَالْمُنَافِقِيْنَ بِاللِّسَانِ ، وَأَذْهَبَ الرِّفْقَ عَنْهُمْ''. [۱]

''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کافروں کے خلاف تلوار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا، اور منافقوں کے خلاف زبان کے ساتھ ایسے جہاد کا حکم دیا کہ اس میں نرمی نہ ہو''۔

ب: امام طبریؒ نے آیت شریفہ کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ''کافروں کے خلاف تلوار کے ساتھ جہاد کرو، اور منافقوں کے ساتھ زبان کے ساتھ سختی کرو، اور یہی ان کے خلاف جہاد ہے''۔ [۲]

ج: حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ضحاکؒ کا مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: مقاتل اور ربیع رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی آیت کی تفسیر میں یہی بات نقل کی گئی ہے۔ [۳]

د: علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''(جَاهِدِ الْكُفَّارَ) بِالسَّيْفِ (وَالْمُنَافِقِيْنَ) بِالْحُجَّةِ (وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ) فِي الْجِهَادَيْنِ جَمِيْعًا ، وَلَا تُحَابِّهِمْ''. [۴]

''کافروں کے خلاف تلوار کے ساتھ جہاد کرو، اور منافقوں کے خلاف دلیل کے ساتھ، اور دونوں قسم کے جہادوں میں ان کے خلاف سخت رویہ اختیار کرو اور ان سے دوستانہ قائم نہ کرو''۔

۱۔ تفسیر الطبري ۱٤/ ۳٥۹.

۲۔ المرجع السابق ۱٤/۳٥۹ .

۳۔ تفسیر ابن کثیر ۲/٤۰۸ ؛ نیز ملاحظہ ہو : زاد المسیر ۳/٤٦۹ .

۴۔ الکشاف ۲/۲۰۲.

ہ: علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے: ''وَجِهَادُ الْكُفَّارِ يَكُوْنُ بِمُقَاتَلَتِهِمْ حَتَّى يُسْلِمُوْا ، وَجِهَادُ الْمُنَافِقِيْنَ يَكُوْنُ بِإِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَخْرُجُوْا عَنْهُ ، وَيُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ''.(۱)

''کافروں کے خلاف جہاد ان کے اسلام لانے تک ان کے ساتھ لڑائی کے ذریعے ہوتا ہے، اور منافقوں کے خلاف جہاد ان پر اقامتِ حجت سے ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ دائرہ نفاق سے نکل آئیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لے آئیں''۔

و: شیخ سعدیؒ رقم طراز ہیں: ''يَقُوْلُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جٰهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ أَيْ : بَالِغْ فِي جِهَادِهِمْ ، ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ حَيْثُ اقْتَضَتِ الْحَالُ الْغِلْظَةَ عَلَيْهِمْ .

وَهٰذَا الْجِهَادُ يَدْخُلُ فِيْهِ الْجِهَادُ بِالْيَدِ ، وَالْجِهَادُ بِالْحُجَّةِ وَاللِّسَانِ ، فَمَنْ بَارَزَ مِنْهُمْ بِالْمُحَارَبَةِ فَيُجَاهَدُ بِالْيَدِ وَاللِّسَانِ ، وَالسَّيْفِ وَالسِّنَانِ ، وَمَنْ كَانَ مُذْعِناً لِلإِسْلَامِ بِذِمَّةٍ أَوْ عَهْدٍ فَإِنَّهُ يُجَاهَد بِالْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ ، وَيُبَيَّنُ لَهُ مَحَاسِنُ الإِسْلَامِ ، وَمَسَاوِئُ الشِّرْكِ وَالْكُفْرَانِ ، فَهٰذَا حَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا''.(۲)

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کے خلاف خوب جہاد کریں اور جب حالات سخت رویہ استعمال کرنے کا تقاضا کریں تو ان کے ساتھ سختی کریں۔

اور اس جہاد میں ہاتھ، حجت، اور زبان سب قسم کا جہاد شامل ہے۔ جو لڑائی کے لیے مقابلے میں آئے اس کے خلاف ہاتھ، زبان، تلوار اور نیزے کے ساتھ جہاد کیا

۱۔ فتح القدير ۲/ ۵۵۶.

۲۔ تفسير السعدي ص ۳۵۸.

جائے، اور جو شخص ذمہ یا عہد کے ذریعے نظامِ اسلامی کا تابع ہو اس کے خلاف دلیل و برہان سے جہاد کیا جائے۔ اس کو اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا جائے، اس کے سامنے شرک اور کفر کی خرابیوں کو واضح کیا جائے، دنیا میں ان کے ساتھ اسی طرح معاملہ کیا جائے گا''۔

کیا جہاد بالسیف دلیل کے ساتھ جہاد سے افضل ہے؟

بعض علمائے

امت نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حجت و برہان کے ساتھ جہاد تیر اور تلوار کے جہاد سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس موضوع کے متعلق ذیل میں مولائے کریم کی توفیق سے چند ایک علماء کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: علامہ زمخشری نے آیت کریمہ ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً - الآیۃ﴾ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: انہیں حکم دیا گیا کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ جہاد کے لیے جائے، اور باقی لوگ تفقہ فی الدین میں مشغول رہیں تاکہ یہ سلسلہ ختم نہ ہو، جو کہ درحقیقت [جہادِ اکبر] ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ مجادلہ کا اثر تلوار کے ذریعے قتال سے زیادہ ہوتا ہے''۔[1]

ب: طلب علم کی خاطر نکلنے کے فی سبیل اللہ ہونے پر آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً - الآیۃ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے امام طیبیؒ نے تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تفقہ فی الدین کی ترغیب دی، اور انہیں حکم دیا کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ جہاد کے لیے روانہ ہو، اور دوسرا گروہ دین سیکھنے کے لیے رک جائے تاکہ یہ سلسلہ منقطع نہ ہو جو کہ [جہادِ اکبر] ہے''۔[2]

ا۔ الکشاف ۲/۲۲۱.

۲۔ شرح الطیبی ۲/۶۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح ۱/۴۷۹ ـ ۴۸۰.

ج: امام ابن قیمؒ نے اس بارے میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: ''رسول اللہ ﷺ جہاد کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلندی پر تھے، آپ نے ہر قسم کا جہاد کیا، قلب وروح، دعوت وبیان، اور تیر اور تلوار کے ساتھ جہاد کا حق ادا کر دیا، دل، زبان اور ہاتھ کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے آپ کے اوقات وقف تھے، اور اسی بنا پر آپ کی شان سارے جہان والوں سے بلند تھی، اور آپ کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ تھی''۔

ابتدائے بعثت ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا﴾ (۱)

[ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے، پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں، اور اس [قرآن] کے ذریعے پوری طاقت سے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں]

اس مکی سورت میں آپ کو کافروں کے خلاف حجت وبیان اور تبلیغِ قرآن کے ذریعے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح منافقوں کے خلاف جہاد تبلیغِ حجت [دلیل کے پہنچانے] کے ذریعے سے ہے، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اسلامی حکومت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ

۱۔ سورۃ الفرقان / الآیتان ۵۱ - ۵۲.

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ"(۱)﴾(۲)

[ترجمہ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو، اور ان پر سخت ہو جاؤ، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بدترین جگہ ہے]

پھر امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر کیا: "منافقوں کے خلاف جہاد کافروں کے مقابلے میں جہاد سے زیادہ کٹھن ہے، اور یہ جہاد تو خواص امت اور رسولوں کے جانشینوں کا کام ہے، اور اس کے کرنے والے دنیا میں گنتی کے لوگ ہیں، وہ تعداد میں اگرچہ قلیل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں شان وعظمت میں سب سے بلند وبالا ہیں"۔(۳)

۲: امام ابن قیمؒ نے ایک اور مقام پر قلم بند کیا ہے: دین کا قیام علم اور جہاد سے ہوتا ہے، اور اسی لیے جہاد کی دو قسمیں ہیں: [پہلی قسم] ہاتھ اور تیر کے ساتھ جہاد، اور اس میں شریک ہونے والے بہت ہیں، دوسری قسم: دلیل وبیان کے ساتھ جہاد، اور یہ جہاد رسولوں کے اتباع میں سے خواص کا ہے، اور یہی اماموں کا جہاد ہے، اور جہاد کی یہ قسم اپنے فائدے، شدید مشقت اور دشمنوں کی کثرت کے سبب دونوں قسموں میں سے افضل ہے۔(۴)

۳: حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں: "امت کو سنت پہنچانا، دشمن کے سینے میں تیر پہنچانے سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ تیر تو بہت لوگ برسا

۱۔ سورة التوبة / الآية ۷۳؛ وسورة التحريم / الآية ۹.

۲۔ زاد المعاد ۳/۵ .

۳۔ المرجع السابق ۳/۵ .

۴۔ ملاحظہ ہو: مفتاح دار السعادة ۱/ ۷۰.

لیتے ہیں، لیکن سنن کی تبلیغ کا کام تو انبیاء کے وارثین، اوران کی امتوں میں سے ان کے جانشین ہی سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی ایسے لوگوں میں شامل فرمائے''۔ (۱) اوراے ہمارے رحمٰن ورحیم رب! ہم ناکاروں، ہماری اولادوں اوربہن بھائیوں کو بھی۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ .

د: آیت کریمہ ﴿فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی بیضاویؒ نے زبان کے ساتھ جہاد کی تیر کے ساتھ جہاد پر فضیلت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ [بڑا جہاد] کیونکہ دلائل کے ساتھ بیوقوفوں کے مقابلے میں جہاد کرنا دشمنوں کے خلاف تلوار سے جہاد کرنے سے بڑا ہے''۔ (۲)

جہاد باللسان کی افضلیت کے متعلق حدیث:

جہاد باللسان کی جہاد بالسیف پر فضیلت پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ''. (۳)

''افضل جہاد ظالم حاکم کے روبرو انصاف کی بات کہنا ہے''۔

۱۔ التفسير القيم ص ٤٣١.

۲۔ تفسير البيضاوي ٢/١٤٤.

۳۔ سنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، رقم الحديث ٤٠٦٠، ٢/٣٨٣. شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن ابن ماجه ٢/٣٦٩).

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی رفعت ومنزلت کو نمایاں کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جہاد کا نام دیا ہے، اور بعض علمائے امت نے دلیل وبرہان کے ساتھ جہاد کو جہاد بالسیف سے افضل قرار دیا ہے، اور ہمارے رسول کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ ظالم حاکم کے روبرو جہاد باللسان بہترین جہاد ہے۔

خاتمہ

ان گنت اور لا تعداد حمد وثنا مولائے رحمٰن ورحیم کے لیے کہ اس نے ناتواں اور ناکارے بندے کو اس عظیم موضوع کے متعلق کچھ گزارشات تحریری صورت میں پیش کرنے کی توفیق سے نوازا۔ اور اب اس ہی سے انتہائی عاجزانہ التجا ہے کہ اس حقیر اور معمولی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور اس کو میرے لیے، اسلام اور اہل اسلام کے لیے بابرکت اور مفید بنائے، اور اس کی تیاری میں جو سہو ونسیان اور خطا ہوئی ہے اس کو معاف فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خلاصہ کتاب:

دعوت الی اللہ تعالیٰ کا مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت متعدد پہلوؤں سے نمایاں اور اجاگر ہوتی ہے۔ انہی گوشوں میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱: دعوت الی اللہ تعالیٰ انبیاء اور رسولوں کا مشن ہے، انہوں نے اسی فریضہ کے سر انجام دینے کا حکم اپنے پیروکاروں کو بھی دیا۔ اسی مشن کی خاطر ہمارے نبی کریم ﷺ سعی وکوشش فرماتے رہے، اور اسی مقصد کے لیے جدوجہد کرنا آپ ﷺ کے پیروکاروں کا امتیازی وصف ہے۔

۲: دینِ حق کی دعوت دینے والوں کی شان وعظمت بہت بلند وبالا ہے، وہ قابل رشک لوگ ہیں، بلکہ قابلِ رشک لوگوں میں سے بھی چوٹی پر ہیں۔ رحمٰن کے بندوں کی دعاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انہیں لوگوں کے لیے قدوہ بنا دے، تا کہ لوگ ان کی

راہ پر چلیں، اور وہ راہ نمائی کا ثواب حاصل کر سکیں۔

۳: اللہ مالک الملک نے امت پر دعوت کو فرض کیا، اسے امت کے خیر الامم [بہترین امت] بننے کے اسباب میں سے ٹھہرایا، کامیابی کے حصول کی شرائط میں سے ایک شرط قرار دیا، اور امت کی نصرت اور مدد کا موجب بنایا۔

۴: لوگوں کو تعلیمِ خیر دینے والے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی مخلوق درود بھیجتی ہے، علاوہ ازیں رحمت دو عالم حضرت محمد ﷺ نے اس شخص کی تروتازگی کے لیے دعا کی ہے جو آپ ﷺ کے ارشاد کو سن کر دوسروں تک پہنچا دے۔

۵: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ ایک صدقہ ہے جو دعوت دینے والے دوسرے لوگوں پر کرتے ہیں، تعلیمِ خیر کے لیے مسجد جانے والے کے لیے مکمل حج کرنے والے کے برابر ثواب ہے، اسی طرح عمل کرنے والے کو جس قدر ثواب ملتا ہے اتنا ہی داعی کو ملتا ہے، لیکن اس سے عمل کرنے والے کے ثواب میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

۶: دعوت اِلی اللہ تعالیٰ جہاد بھی ہے، اور بعض صورتوں اور حالات میں جہاد بالسیف سے بھی اعلیٰ وافضل ہے۔

اپیل:

اس موقع پر راقم السطور مسلمانانِ عالم کی خدمت میں درج ذیل گزارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے:

۱: ہم میں سے ہر ایک اپنے علم اور استطاعت کے بقدر دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کا فریضہ سرانجام دے، شاید کہ ہم اس اجر وثواب کو حاصل کر سکیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس

عظیم عمل ادا کرنے والوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

۲: حضرات علماء اور مفکرین کرام مسلمانوں کو دعوت اِلی اللہ تعالیٰ کی اہمیت، شان وعظمت اور اجر وثواب سے آگاہ کریں شاید کہ رب قدیر ان کی اس کوشش سے امت میں دعوت حق کا دور دورہ فرما دے، بے خبر لوگ آگاہ ہو جائیں، غافل ساتھی متنبہ ہو جائیں، سستی کرنے والے چست ہو جائیں، کوتاہی کرنے والے آمادۂ حرکت ہو جائیں، اور دعوتِ حق میں مشغول حضرات کو تقویت وتایید مل جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ وما ذلك على الله بعزيز .

۳: عالم اسلامی کے جامعات، مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں میں [دعوت اِلی اللہ تعالیٰ] کے مضامین پڑھائے جائیں۔ علومِ دعوت کی تدریس کے لیے خصوصی کلیات اور شعبے قائم کیے جائیں، اس سلسلے میں سعودی عرب کے جامعات سے استفادہ کیا جائے کہ وہاں اس مقصد کی خاطر کلیات اور شعبے قائم کیے گیے ہیں، اور دعوت کے مضامین مختلف کالجوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ .

فهرست المصادر والمراجع

١- "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان " للأمير علاء الدين الفارسي ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ ، بتحقيق الشيخ شعيب الأرنؤوط.

٢- "أحكام القرآن " للإمام أبي بكر الجصاص ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣- "أحكام القرآن " للقاضي أبي بكر بن العربي ، ط . دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ علي محمد البجاوي .

٤- "إحياء علوم الدين " للشيخ أبي حامد الغزالي ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٢ هـ.

٥- "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن " للعلاّمة محمد الأمين الشنقيطي ، ط : على نفقة سمو الأمير أحمد بن عبدالعزيز آل سعود ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٣هـ.

٦- "أيسر التفاسير لكلام العلي العزيز" للشيخ أبي بكر جابر الجزائري ، بدون اسم الناشر ، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ .

٧- "البحر المحيط " للعلامة ابن حيان الأندلسي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٣ هـ ، بتحقيق الأساتذة عادل أحمد ، وعلي محمد ، و د. زكريا نوفي ، و د. أحمد جمل .

٨- "تحفة الأحوذي " بشرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ.

٩- "تحفة الناظر وغنية الذاكر في حفظ الشعائر وتغيير المناكر" لأبي عبد الله محمد بن أحمد العقباني التلمساني ، سنة الطبع ١٩٦٧م ، بتحقيق الأستاذ علي الشنوفي .

١٠- "الترغيب والترهيب " للحافظ المنذري ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة سنة الطبع ١٤٠١ هـ ، بتحقيق الشيخ مصطفى محمد عمارة .

١١ - "تفسير البغوي " المسمّى بـ "معالم التنزيل " للإمام أبي محمد البغوي ، ط : دار المعرفة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٦ هـ ، بإعداد وتحقيق الأستاذين خالد عبدالرحمن العك ، و مروان سوار .

١٢ - "تفسير البيضاوي " للقاضي ناصر الدين البيضاوي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ .

١٣ – "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ محمد الطاهر ابن عاشور، ط : الدار التونسية للنشر تونس ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٣٩٩ هـ.
١٤ – "تفسير الجلالين " للإمامين جلال الدين محمد بن أحمد المحلّي وجلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي ، ط . دار التراث العربي للطباعة والنشر القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع .
١٥ – "تفسير الخازن " المسمَّى بـ "لباب التأويل في معاني التنزيل " للإمام الخازن ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٣٩٩ هـ .
١٦ – "تفسير السعدي " المسمَّى بـ "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنّان " للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي ، ط: دار المغني الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.
١٧ – "تفسير أبي السعود" المسمّى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القران الكريم " للقاضي أبي السعود، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .
١٨ – "تفسير الطبري " "جامع البيان عن تأويل آي القرآن " للإمام أبي جعفر الطبري ، ط : دار المعارف بمصر، الطبعة الثانية ١٩٧١ م ، بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر ، وأحمد محمد شاكر .
١٩ – "تفسير القاسمي" المسمَّى بـ "محاسن التأويل " للعلاّمة محمد جمال الدين القاسمي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي .
٢٠ – "تفسير القران " للإمام عبد الرزاق الصنعاني ، ط : مكتبه الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ، بتحقيق د . مصطفى مسلم أحمد.
٢١ – "تفسير القرطبي" المسمَّى بـ "الجامع لأحكام القران " للإمام أبي عبد الله القرطبي، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .
٢٢ – "التفسير القيِّم " للإمام ابن القيِّم ، جمعه الشيخ محمد أويس الندوي ، وحقّقه الشيخ محمد حامد الفقي ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٨ هـ .
٢٣ – "التفسير الكبير" المسمَّى بـ "مفاتيح الغيب " للعلاّمة فخر الدين الرازي . ط : دار الكتب العلمية طهران ، الطبعة الثالثة ، بدون سنة الطبع .
٢٤ – "تفسير ابن كثير" المسمَّى بـ "تفسير القرآن العظيم " للحافظ ابن كثير، ط : دار الفيحاء دمشق ودار السلام الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٣ هـ، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرنؤوط .
٢٥ – "تفسير المنار" للشيخ السيد محمد رشيد رضا ، ط : دار المعرفة بيروت ، الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع .

٢٦ – "التلخيص" للحافظ الذهبي ، ط: دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٢٧ – "التمهيد في أصول الفقه" لأبي الخطاب الكلوذاني الحنبلي ، ط : دار المدني جدة ، الطبعة الأولى ١٤٠٦ هـ ، بتحقيق د . مفيد محمد أبو عمشة .

٢٨ – "تنبيه الغافلين عن أعمال الجاهلين" للشيخ ابن النحّاس الدمشقي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٧ هـ ، بتحقيق الأستاذ عماد الدين عباس سعيد .

٢٩ – "تنوير الحوالك شرح على موطأ مالك" للإمام جلال الدين السيوطي ، ط . دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٠ – "تهذيب التهذيب" للحافظ ابن حجر ، ط : مجلس دائرة المعارف النظامية حيدر آباد الدكن الهند ، الطبعة الأولى ١٣٢٦ هـ .

٣١ – "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوذي) ، للإمام أبي عيسى الترمذي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ .

٣٢ – "جلاء الأفهام في فضل الصلاة والسلام على محمد ﷺ خير الأنام" للإمام ابن القيِّم ، ط دار العروبة الكويت ، الطبعة الثانية ١٤٠٧ هـ .

٣٣ – "حاشية الشيخ محي الدين شيخ زاده على تفسير البيضاوي" ، ط : المكتبة الإسلامية تركيا ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٤ – "الحرص على هداية الناس" لـ فضل إلهي ، ط : إدارة ترجمان الإسلام جوجرانواله باكستان ، الطبعة الخامسة ١٤١٩ هـ .

٣٥ – "الحسبة : تعريفها، ومشروعيتها ، ووجوبها" لـ فضل إلهي ، ط : إدارة ترجمان الإسلام جوجرانواله باكستان ، الطبعة الثالثة ١٤١٤ هـ .

٣٦ – " الدرر الغالية في آداب الدعوة والداعية" للشيخ عبد الحميد بن باديس ، ط : دار المنار للنشر والتوزيع الخرج ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بضبط وتعليق الشيخ علي بن حسن بن علي الحلبي الأثري .

٣٧ – "الدعوة الإسلامية أصولها ووسائلها" للدكتور أحمد غلوش ، ط : دار الكتاب المصري القاهرة ، ودار الكتاب اللبناني بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٣٨ – "الدعوة إلى الله تعالى وأخلاق الدعاة" لسماحة الشيخ عبدالعزيز بن عبد الله بن باز ، طبع ونشر : وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، سنة الطبع ١٤١٨ هـ .

٣٩ – "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلاّمة السيد محمود الألوسي ، ط : دار إحياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الرابعة ١٤٠٥ هـ .

٤٠ – "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي ، ط : المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤ م .

٤١ – "زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ" للإمام ابن القيّم ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، ومكتبة المنار الإسلامية الكويت ، الطبعة الأولى ١٣٩٩ هـ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط وعبد القادر الأرنؤوط .

٤٢ – "سنن الدارمي " للإمام أبي محمد عبد الله بن عبدالرحمن الدارمي ، ط : حديث أكاديمي فيصل آباد باكستان ، بدون الطبعة ، سنة الطبع ١٤٠٤ هـ .

٤٣ – "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ.

٤٤ – "سنن ابن ماجه " للإمام أبي عبد الله القزويني ابن ماجه ، ط : شركة الطباعة العربية السعودية، الطبعة الثانية ١٤٠٤ هـ ، بتحقيق د. محمد مصطفى الأعظمي .

٤٥ – "شرح السنة" للإمام البغوي، ط : المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى ١٣٩٠ هـ، بتحقيق الشيخين شعيب الأرنؤوط وزهير الشاويش .

٤٦ – "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح " للإمام شرف الدين الطيبي ، ط : مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ، بتحقيق د. عبد الحميد هنداوي .

٤٧ – "شرح النووي على صحيح مسلم " للإمام النووي ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١هـ .

٤٨ – "صحيح البخاري " (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن إسماعيل البخاري ، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٤٩ – "صحيح الترغيب والترهيب " تحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط : مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة الثالثة ١٤٠٩ هـ .

٥٠ – "صحيح الجامع الصغير وزيادته " اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط : المكتب الإسلامي ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢ هـ .

٥١ – "صحيح سنن الترمذي " اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر : مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٩ هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٥٢ – "صحيح سنن ابن ماجه " اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض ، الطبعة الثالثة ١٤٠٨ هـ ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٥٣ – "صحيح مسلم " للإمام مسلم بن حجاج القشيري ، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠ هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي .

٥٤ – "ضرورة الدعوة إلى الله تعالى وأثرها" للشيخ عطية محمد سالم ، طبع ونشر : وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، سنة الطبع ١٤١٩ هـ .

٥٥ – "العدّة في أصول الفقه " للقاضي أبي يعلى الحنبلي ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٠ هـ ، بتحقيق د . أحمد بن علي سير المباركي .

٥٦ – "عمدة القارئ " للعلاّمة بدر الدين العيني ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٥٧ – "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للعلاّمة أبي الطيب العظيم آبادي ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠ هـ .

٥٨ – "غريب الحديث " للحافظ ابن الجوزي ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى١٤٠٥ هـ ، بتحقيق د . عبد المعطي أمين قلعجي .

٥٩ – "فتح الباري " للحافظ ابن حجر، نشر وتوزيع : رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦٠– الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل "، للشيخ أحمد عبدالرحمن البنا ، ط : دار الشهاب القاهرة ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦١ – "الفتح السماوي بتخريج أحاديث تفسير القاضي البيضاوي " للعلامة عبد الرؤوف المناوي ، ط : دار العاصمة الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٠٩ هـ ، بدراسة وتحقيق الشيخ أحمد مجتبى بن نذير عالم السلفي .

٦٢ – "فتح القدير" للإمام محمد بن علي الشوكاني ، ط : المكتبة التجارية مكة المكرمة ، الطبعة الثانية ١٤١٣ هـ ، بتعليق الأستاذ سعيد محمد اللحام .

٦٣ – "كتاب التسهيل لعلوم التنزيل " للحافظ أبي القاسم الغرناطي ، ط : دار الكتب الحديثة القاهرة، بدون سنة الطبع ، بتحقيق الأستاذين محمد عبد المنعم اليونسي وإبراهيم عَطوة عوض .

٦٤ – "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التنزيل " للعلاّمة أبي القاسم الزمخشري ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦٥ – "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢ د .

٦٦ – "مجموع فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية" جمع وترتيب الشيخ عبدالرحمن بن محمد بن قاسم ، ط : مكتبة المعارف الرباط المغرب ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٦٧ – "المحرّر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز" للقاضي ابن عطية الأندلسي ، بدون الناشر والطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق المجلس العلمي بفاس .

٦٨ – "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح " للعلاّمة الملا علي القاري ، ط : المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ صدقي محمد جميل عطار.

٦٩ – "المستدرك على الصحيحين " للإمام أبي عبد الله الحاكم ، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٧٠ – "المسند" للإمام أحمد بن حنبل ، ط : المكتب الإسلامي ، بدون الطبعة وسنة الطبع . [أو ط: دار المعارف مصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨ هـ] . [أو ط : مؤسسة الرسالة . بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٧ هـ] .

٧١ – "مسند الشهاب " للقاضي أبي عبد الله القضاعي ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الثانية ١٤٠٧هـ ، بتحقيق الشيخ حمدي عبد المجيد السلفي .

٧٢ – "مسند أبي يعلى الموصلي " للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمي ، ط : دار المأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤ هـ ، بتحقيق الأستاذ حسين سليم أسد .

٧٣ – "مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه " للحافظ أحمد بن أبي بكر الكناني البوصيري، ط : دار الجنان بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٦ هـ ، بدراسة وتقديم الأستاذ كمال يوسف الحوت .

٧٤ – "المصنف " للإمام ابن أبي شيبة، ط : الدار السلفية بومباي الهند، الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ .

٧٥ – "معالم السنن " للإمام أبي سليمان الخطابي ، ط : المكتبة العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٠.

٧٦ – "معاني القرآن " للإمام أبي زكريا الفراء ، ط : عالم الكتب بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٣ هـ .

٧٧ – "المعجم الكبير" للحافظ أبي القاسم الطبراني ، الطبعة الثانية ١٤٠٥ هـ ، بدون اسم الناشر .

٧٨ – "مفتاح دار السعادة" للإمام ابن القيِّم ، ط : دار الكتب العلمية بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٧٩ – "المفردات في غريب القرآن " للإمام راغب الأصفهاني ، ط : دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني .

٨٠ – "الموطأ" للإمام مالك ، ط : عيسى البابي الحلبي وشركاه القاهرة ، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٧٠ هـ، بتصحيح وتخريج الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي .

٨١ – "نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر" للحافظ ابن حجر، ط : قران محل كراتشي باكستان ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٨٢ – "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر : المكتبة الإسلامية بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي ود . محمود محمد الطناحي .

٨٣ – "الوابل الصيِّب من الكلم الطيب " للإمام ابن القيِّم ، ط : دار البيان دمشق ، الطبعة الثانية ١٣٩٩ هـ ، بتحقيق الشيخ عبد القادر الأرنؤوط .

٨٤ – "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان " للشيخ شعيب الأرنؤوط ، ط : مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ .

٨٥ – "هامش الترغيب والترهيب " للشيخ مصطفى محمد عمارة ، ط : دار الفكر بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٨٦ – "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط : دار المعارف مصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨ هـ .

٨٧ – "هامش مسند أبي يعلى الموصلي " للأستاذ حسين سليم أسد، ط : دار المأمون للتراث دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٠٤ هـ .

❄ ❄ ❄ ❄ ❄

مؤلف کی عربی مؤلفات

١۔ التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢۔ التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٣۔ حب النبي ﷺ وعلاماته
٤۔ رسائل حب النبي ﷺ
٥۔ الحسبة : تعريفها ومشروعيتها ووجوبها
٦۔ الحسبة في العصر النبوي وعصر الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم
٧۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر
٨۔ الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٩۔ من صفات الداعية: اللين والرفق
١٠۔ مسؤولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر (في ضوء النصوص و سير الصالحين)
١١۔ مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
١٢۔ فضل آية الكرسي وتفسيرها
١٣۔ من صفات الداعية:مراعاة أحوال المخاطبين(في ضوء الكتاب والسنة)
١٤۔ أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٥۔ حكم الإنكار في مسائل الخلاف
١٦۔ قصة بعث أبي بكر جيش أسامة رضي الله عنهما (دراسة دعوية)
١٧۔ الاحتساب على الوالدين: مشروعيته' ودرجاته' وآدابه
١٨۔ الاحتساب على الأطفال
١٩۔ السلوك وأثره في الدعوة إلى الله تعالى
٢٠۔ فضل الدعوة إلى الله تعالى
٢١۔ من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
٢٢۔ إبراهيم عليه الصلاة والسلام أباً
٢٣۔ مختصر حب النبي ﷺ وعلاماته
٢٤۔ النبي الكريم صلى الله عليه وسلم معلما
٢٥۔ ركائز الدعوة إلى الله تعالى
٢٦۔ شناعة الكذب وأنواعه
٢٧۔ الأذكار النافعة
٢٨۔ التقوى

مصنف کی اردو تالیفات

۱۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم
۲۔ اذکار نافعہ
۳۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
۵۔ والدین کا احتساب
۶۔ بچوں کا احتساب
۷۔ فضائل دعوت
۸۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی
۹۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
۱۰۔ مسائل قربانی
۱۱۔ مسائل عیدین
۱۲۔ رزق کی کنجیاں
۱۳۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
۱۴۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کے اسباب
۱۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے
۱۶۔ تقویٰ
۱۷۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم
اس کتاب میں موضوع بالا کے متعلق چھیالیس باتیں بیان کی گئی ہیں،
جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:
کتاب کے امتیازی خصائص:
کتاب کی اساس قرآن وسنت۔
غیر ثابت شدہ روایات سے اجتناب۔
آیات واحادیث سے استدلال میں تفاسیر اور شروح حدیث سے استفادہ۔
غیر متعلقہ موضوعات کے متعلق گفتگو سے گریز۔
رزق کی کنجیاں
قرآن وسنت کی روشنی میں
اس کتاب میں توفیق الٰہی سے درج ذیل سوالات کے جوابات ہیں:
کیا استغفار وتوبہ، تقویٰ، توکل اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا رزق کی فراوانی کے اسباب میں سے ہیں؟
استغفار وتوبہ، تقویٰ وتوکل اور عبادت کے لیے فارغ ہونے سے کیا مراد ہے؟
کیا توکل اور عبادت کے لیے فارغ ہونے سے مراد حصول رزق کے لیے کوشش کا ترک کر دینا ہے؟
کیا صلہ رحمی رزق کی کشادگی کا سبب ہے؟
صلہ رحمی کی حقیقت کیا ہے؟ نافرمانوں کے ساتھ صلہ رحمی کی کیفیت کیا ہوگی؟
انفاق فی سبیل اللہ اور شرعی علوم کے حصول کی غرض سے وقف ہونے والوں پر خرچ کرنے اور کمزوروں کے ساتھ احسان کرنے کا حصول رزق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟
کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنا حصول رزق کے اسباب میں سے ہے؟

مولف کے قلم سے

جھوٹ کی سنگینی اور اقسام

توفیق الٰہی سے اس کتاب میں (جھوٹ) کے حوالے سے درج ذیل چار پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔

- جھوٹ کی سنگینی کے متعلق بارہ باتیں
- جھوٹ چھوڑنے کا عظیم الشان صلہ
- جھوٹ کی چودہ اقسام
- جھوٹ بولنے کی اجازت کے مواقع

کتاب کی خصوصیات

★ اساس کتاب قرآن وسنت
★ آیات واحادیث سے اعتدال میں تفاسیر وشروح حدیث سے استفادہ
★ غیر ثابت شدہ روایات سے اجتناب
★ غیر متعلقہ سے گریز

مصنف کے قلم سے

تقوی
اہمیت، برکات، اسباب

توفیق الٰہی سے اس کتاب (تقوی) کے حوالے سے درج ذیل تین گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

- تقوی کی اہمیت چودہ پہلوؤں سے
- تقوی کے انیس فوائد وبرکات
- متقی بننے کے لئے پندرہ اسباب

کتاب کی خصوصیات

★ اساس کتاب قرآن وسنت
★ آیات واحادیث سے استدلال میں تفاسیر اور شروح حدیث سے استفادہ
★ غیر ثابت شدہ روایات سے اجتناب
★ غیر متعلقہ موضوعات کے متعلق گفتگو سے گریز

مسائل عیدین
مسائل قربانی
رزق کی کنجیاں
فرشتوں کا
درود پانے والے
اور
لعنت پانے والے
نبی کریم ﷺ سے محبت